مطبع منشی نول کشور لکھنؤ میں طبع ہوئی

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

بعہد صناع مکین و مکان فضل و خلاق زمین و زمان نسخہ

مثنوی گلزار نسیم

مطبع منشی نول کشور لکھنؤ میں بطبع مقبول جہان ہوا

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

Marfat.com

مختصر حال نسیم و گلزار نسیم

13695

ادب کا چمکتا ہوا تارا پنڈت دیا شنکر نسیم ۱۸۱۱ء میں افق لکھنؤ سے طلوع ہوا۔ پنڈت گنگا پرشاد کول ان کے والد بزرگوار کا نام تھا۔ نسیم کوتاہ قد گندمی رنگ چھریرے بدن کے آدمی اور شاہی فوج میں وکیل تھے۔ اُردو فارسی تعلیم اس زمانہ میں عام تھی۔ نسیم نے بھی یہی زبانیں سیکھی تھیں۔ یہ بحث کہ ان کا مبلغ علم کیا تھا۔ اس جواب سے ختم ہو جاتی ہے کہ پہلے زمانے کے معمولی پڑھے لکھے آجکل کے بڑے عالموں کے پلے کے ہوتے تھے۔ اساتذۂ فن کا کلام اُردو فارسی دیکھنے کا چسکا تھا۔ جس نے بیس برس کی عمر میں انھیں اچھا خاصہ شاعر بنا دیا تھا اُس زمانہ میں آتش و ناسخ کا بڑا شہرہ تھا۔ اکثر مبتدی اُنھیں دونوں کے دامن کمال سے وابستہ ہوتے تھے۔ یہ بھی آتش کے شاگرد ہو گئے غزلیں کہیں۔ اصلاح لی۔ تا اینکہ چھوٹا سا ایک دیوان مرتب ہو گیا۔ جو اب عام طور سے تو نہیں ملتا۔ مگر اس کا کچھ حصہ مباحثہ چکبست و شرر کے آخر میں مثنوی کے بعد چھاپ دیا گیا ہے۔

اب یہ معلوم ہونا دشوار ہے۔ کہ کن اسباب نے اُن کو مثنوی لکھنے پر آمادہ کیا مگر یہ حقیقت ہے کہ اُنھوں نے گل بکاولی کا پرانا قصّہ جو اُردو نثر میں لکھا جا چکا تھا اپنی نظم کے لئے انتخاب کیا جیسا کہ انھوں نے خود بتایا ہے۔ ؎

وہ نثر ہے داد نظم دوں میں　　اس مے کو دو آتشہ کروں میں

بہر حال بتایا گیا ہے کہ پچیس سال کی عمر میں مثنوی گلزار نسیم تمام ہوئی۔

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ جب یہ تمام ہوئی تو اچھی خاصی ضخیم تھی۔ اسی صورت میں آتش کے سامنے اصلاح کے لئے پیش کی گئی۔ آتش نے دیکھ کر نسیم سے کہا کہ مثنوی طویل اور پڑھنے والوں کی تعداد قلیل۔ بھلا اتنی بڑی کتاب کو کون دیکھے گا۔ یا تم کہ مصنف ہو اسے دیکھو گے۔ یا یہ کہ میں اصلاح دوں گا۔ ایک مرتبہ نظر ڈال جاؤں گا۔ بہتر یہ ہے کہ انتخاب کر دو یہ بات نسیم کی سمجھ میں بھی آ گئی اور انھوں نے اسکو پھر دیکھ کر ضروری ضروری مطالب کے شعر رہنے دئے باقی قلم زد کر دئے۔ آتش نے اصلاحیں دیں۔ مگر بہت سی اصلاحیں نسیم کو پسند نہ آئیں۔ اور شعر بحالہ رہنے دئے۔ اس کے بعد یہ مثنوی ایک مشاعرہ میں پڑھی گئی اور سننے والوں نے بہت پسند کیا۔ اور بعد کو یہ مثنوی طبع ہو کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئی۔

۱۸۴۳ء میں دیا شنکر نسیم کا انتقال ہوا۔ نسیم اپنے دور کے شعرا میں ایک خوشگو شاعر مانے جاتے تھے۔ اور معاصرین ان کی عزت کرتے تھے۔ خوش گوئی کے ساتھ زود گوئی کا جوہر بھی ان میں موجود تھا۔ بذلہ سنج۔ وارستہ مزاج۔ اور قانع تھے۔ آتش کے شاگرد تھے اور اپنے استاد۔ بھائی صبا سے نہایت خلوص تھا چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو صبا نے یہ شعر کہا ؎

اُٹھ گئے ہیں نسیم جس دن سے — اے صبا وہ ہوائے باغ نہیں

آتش و ناسخ کے دور میں جو مشاعرے ہوتے تھے نسیم بھی اکثر ان میں شریک ہوتے رہتے تھے۔ اور برابر اپنی طبع معنی آفریں کے جوہر دکھاتے تھے۔ صفائی اور معنی آفرینی دونوں ان کے کلام میں موجود ہیں مگر بہ نسبت صفائی کے

Marfat.com

معنی آفرینی کے زیادہ دلدادہ تھے۔ اور تناسب الفاظ کا بھی خصوصیت سے خیال رکھتے تھے چنانچہ یہی دونوں باتیں خصوصیت کے ساتھ اُن کی مثنوی میں موجود ہیں۔ اور اُن کے کلام کی زینت کی بنا اکثر انہی دو چیزوں پر رکھی ہوتی ہے۔ اور یہی چیز ہے کہ اکثر جگہ حسن ہوتی ہے اور کہیں کہیں معترضوں کو اعتراض کا موقع بھی دیتی ہے۔ چنانچہ مولانا حالی نے اپنے مقدمہ شعر و شاعری میں اس مثنوی کے اس قسم کے اشعار پر اعتراض کئے ہیں اور مولانا شرر مرحوم و دیگر اساتذہ نے بھی اعتراضات کئے اور اس روش کو پسند نہیں کیا۔

رند سے ان کی شاعرانہ نوک جھوک رہتی تھی۔ اور یہ کبھی کبھی دلی کارتوس کے نقشے دکھا جاتی تھی جس کا پنڈت برج نرائن چکبست نے اپنے دیباچہ گلزار نسیم میں ذکر کیا ہے۔

مثنوی گلزار نسیم ان کی زندگی میں طبع ہوئی۔ اور ابتک وہ نسخہ جو مصنف کی توجہ و تصحیح سے شائع ہوا کہیں کہیں نظر بھی آجاتا ہے۔ مگر اس کے قبول عام کا یہ حال ہے کہ مصنف کے بعد بھی بہت سے مطبعوں میں متعدد مرتبہ چھپ کر برابر فروخت ہو رہی ہے اور اس قدر مقبول و معروف ہے۔ کہ ہر اردو داں اس کا مداح ہے۔ مطبع ہذا میں اس سے پہلے ۲۴ مرتبہ یہ مثنوی طبع ہوئی لیکن اس مرتبہ خصوصیت سے اس کی تصحیح وغیرہ پر توجہ کر کے اکثر حواشی کا اضافہ کیا گیا اور اب یہ کتاب ایسی ہے کہ طلبار وغیرہ کے لئے بھی مفید ہو اور وہ مشکل معانی و مطالب بغیر دقت دقتے سمجھ سکیں۔

مثنوی کے متعلق تنقید یا اس کا دوسری مثنویوں سے تقابل کرنا ایک زائد سی

Marfat.com

بات ہے کیونکہ مثنوی خود ناظرین کے پیش نظر ہے اس لئے اسی خیال کو نظر انداز کر دیا گیا۔ دوسرے یہ کہ اس کی خوبیوں اور فرو گزاشتوں پر کافی بحث ۱۹۰۵ء میں اس وقت ہو چکی ہے جب اس کے دیباچہ پر جو چکبست مرحوم نے لکھا تھا مولانا شرر مرحوم وغیرہ نے اعتراض کئے تھے۔

عبدالباری آسی ۱۱ رمارچ ۱۹۴۱ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر شاخ[1] میں ہے شگوفہ کاری	ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زباں سے یکسر	حمدِ حق و مدحتِ پیمبر
پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے	یعنی کہ مطیع پنج تن[2] ہے
ختم اس پہ ہوئی سخن پرستی	کرتا ہے زباں کی پیشدستی[3]

خواستگاری جناب باری سے مثنوی گلزار نسیم کی ترتیب کے واسطے

یارب مرے خامے کو زباں دے	منقارِ ہزار داستاں دے

۱ ہر شاخ میں ایک بہار آئی ہوئی ہے۔ لہذا قلم کا ثمرہ کاری یہی ہے کہ خدا کی تعریف لکھے شاخ۔ شگوفہ کاری۔ ثمرہ۔ قلم۔ الفاظ میں تناسب الفاظ ہے ۱۲
۲ پنجتن سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور حسنین اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو مراد لیتے ہیں لیکن بعض لوگ رسول اور چاروں خلفائے کبار کو سمجھتے ہیں ۱۲ ۳ پیشدستی۔ نیابت۔ وسبقت آسی ۱۲

Marfat.com

افسانۂ گلِ بکاولی کا | افسوں[1] ہو بہارِ عاشقی کا
ہر چند سنا گیا ہے اس[2] کو | اردو کی زباں میں سخن گو
وہ نثر ہے داد نظم دوں میں | اس مے کو دو آتشہ[3] کروں میں
ہر چند اگلے جو اہلِ فن تھے | سلطان قلمرو سخن تھے
آگے اُن کے فروغ پانا | سورج کو چراغ ہے دکھانا
پر بحرِ سخن سدا ہے باقی | دریا[4] نہیں کار بند ساقی
طعنے سے زبان نکتہ چیں روک | رکھ[5] لے مری اہلِ خامہ میں نوک
خوبی سے کرے دلوں کو تسخیر | نیرنگ[6] نسیم باغ کشمیر
نقطے ہوں سپند[7] خوش بیانی | جدول ہو حصارِ سحر خوانی
جو نکتہ لکھوں کہیں نہ حرف[8] آئے | مرکز پہ کشش مری پہنچ جائے

داستان تاج الملوک شاہزادے اور زین الملوک بادشاہ مشرق کی

روداد زمان باستانی | یوں نقل ہے خامہ کی زبانی

[1] یعنے بہار عاشقی کا افسوں بنجائے ۱۲ [2] یعنے اس افسانے کو ۱۲ [3] دو آتشہ شراب جو دو مرتبہ کھینچی جائے اور وہ نسبتًا تند و تیز ہوتی ہے ۱۲ [4] فیض دریا محتاج ساقی نہیں ہے ۱۲ [5] نوک رکھ لینا محاورہ ہے۔ یعنے بات رکھ لینا۔ یہ اعتبار خامہ لفظ نوک بہت مناسب ہے ۱۲ [6] یعنے باغ کشمیر کی نسیم کا نیرنگ نسیم کشمیری پنڈت تھے ۱۲ [7] سپند سوختنی۔ دفع نظر بد کے لئے جلایا جاتا ہے۔ یہ بیج ہوتے ہیں جو باریک اور نقطہ کے مانند ہوتے ہیں ۱۲ [8] حرف آنا۔ الزام نا عیب لگنا مرکز پہ کشش پہونچنے سے مراد حسب مقصود لکھ لینا اور صحیح مفہوم ادا ہونا ۱۲

Marfat.com

پورب میں ایک تھا شہنشاہ — سلطان زین الملوک ذی جاہ
لشکر کش و تاجدار تھا وہ — دشمن کش و شہریار تھا وہ
خالق نے دیئے تھے چار فرزند — دانا، عاقل، ذکی، خردمند
نقشہ ایک[1] اور نے جمایا — پس ماندہ کا پیش خیمہ آیا
امید کے نخل نے دیا بار — خورشید حمل[2] ہوا نمودار
وہ نور کہ صدقے مہر انور — وہ رخ کہ نہ ٹھہرے آنکھ جس پر
نور آنکھ کا کہتے ہیں پسر کو — چشمک[3] تھی نصیب اس پدر کو
خوش ہوتے ہی طفل مہ جبیں سے — ثابت یہ ہوا ستارہ بیں سے
پیارا یہ وہ ہے کہ دیکھ اسی کو — پھر دیکھ نہ سکیے گا کسی کو
نظروں سے گرا وہ طفل ابتر — مانند سرشک دیدۂ تر
پردے سے نہ دایا نے نکالا — پتلی سا نگاہ رکھ کے پالا
تھا افسر خسرواں وہ گلفام — پالا تاج الملوک رکھ نام
جب نام خدا جواں ہوا وہ — مانندِ نظر رواں ہوا وہ
آتا تھا شکارگاہ سے شاہ — نظارہ کیا پسر کا ناگاہ

۱ نقشہ اک اور نے جمایا سے مراد یہ کہ پھر ایک حمل قائم ہوا ۱۲ ۲ حمل بفتح اول و سکون دوم صحیح ہے مگر عام زبانوں پر بفتحتین ہے اور اس کی مثالیں کلام شعرا میں ملتی ہیں ۱۲ ۳ چشمک آنکھ سے اشارہ کرنا۔ شکر رنجی۔ ملال۔ مگر یہاں شاید چشم پوشی کے معنے لئے ہیں جو مناسب محل ہیں۔ کیونکہ نور۔ آنکھ۔ وغیرہ پہلے ہی کہہ چکے ہیں یہ بھی رعایت لفظی کی وجہ سے ہے ۱۲ آسی

Marfat.com

صاد[1] آنکھوں کی دیکھ کر پسر کی	بینائی کے چہرے پر نظر کی
مُہرِ لب[2] شہ ہوئی خموشی	کی نور بصر نے چشم پوشی
دی آنکھ جو شہ نے رونمائی	چشمک سے نہ بھائیوں کو بھائی
ہر چند کہ بادشہ نے ٹالا	اُس ماہ کو شہر سے نکالا
گھر گھر یہی ذکر تھا یہی شور	خارج ہوا نورِ دیدۂ کور
آیا کوئی لے کے نسخۂ نور	لایا کوئی جا کے سرمۂ طور
تقدیر سے چل سکا نہ کچھ زور	بینا نہ ہوا وہ دیدۂ کور
ہوتا ہے وہی خدا جو چاہے	مختار ہے جس طرح بنا ہے

جانا چاروں شہزادوں کا بہ تجویز کحال تلاش گل بکاولی کو

پایا[3] جو سفید چشم صفحا	یوں میلِ قلم نے سرمہ کھینچا

[1] صاد - آنکھ کو شعرا صاد سے تشبیہ دیتے ہیں - اور صاد علامت منظوری بھی ہے چہرہ پر نظر کرنا اصطلاح دفاتر شاہی میں نام کاٹ دینے کے معنی میں ہے - چہرہ لکھا جانا یعنی حلیہ وغیرہ لکھا جانا - نظر کرنا نظری کرنا ۱۲ [2] یعنی بادشاہ خاموش ہو گیا - اور نور بصر جاتا رہا - بعض نسخوں میں بجائے (نے) کے (سے) ہے، مراد یہ کہ بادشاہزادے سے چشم پوشی کی ۱۲ [3] پایا جو سفید چشم صفحا - سفید چشم - صفت اور صفحا موصوف - گلزار نسیم مرتبہ اصغر حسین میں اس شعر پر غلط اعتراض کیا ہے چشم کو مضاف اور صفحا کو مضاف الیہ سمجھا ہے اور اس لحاظ سے چونکہ صفحہ میں بوجہ قافیہ الف لایا گیا ہے اور وہ ہندی ہو گیا ہے اسکی اضافت کو غلط کہا ہے - حالانکہ یہاں اضافت کا وجود ہی نہیں ہے - میل - سلائی - سفید چشم ہونا علامت زوال بینائی ہے ایسے قلم کی سلائی سے سرمہ لگایا گیا یعنی صفحہ سادہ تھا اس پر لکھا گیا ۱۲ آسی

Marfat.com

تھا اک کحّال[1] پیر دیریں
عیسیٰ کی تھیں اُس نے آنکھیں دیکھیں

وہ مردِ خدا بہت کراہا[2]
سلطاں سے ملا کہا کہ شاہا

ہے باغِ بکاولی میں اک گل
پلکوں[3] سے اُسی پہ مار چیکل

خورشید میں یہ ضیا کرن کی
ہے جھڑ گیا[4] اُسی پہ چمن کی

اُس نے تو گلِ ارم بتایا
لوگوں کو شگوفہ[5] ہاتھ آیا

شہزادے ہوئے وہ چاروں تیّار
رخصت کیے شہ نے چار و ناچار

شاہانہ چلے وہ لے کے ہمراہ
لشکر اسباب خیمہ خرگاہ

وہ بادیہ گرد خانہ برباد
یعنی تاج الملوک ناشاد

میدان میں خاک اُڑا رہا تھا
دیکھا تو وہ لشکر آ رہا تھا

پوچھا تم لوگ خیل[6] کے خیل
جاتے ہو کدھر کو صورتِ سیل

بولا لشکر کا اک سپاہی
جاتی ہے ارم کو فوجِ شاہی

سلطان زین الملوک شہ زور
دیدار پسر سے ہو گیا کور

منظور علاجِ روشنی ہے
مطلوب گلِ بکاولی ہے

---

[1] اک کحّال کے بجائے۔ ایک کحال مثنوی مرتبۂ اصغر میں چھپا ہے۔ مگر وہ غلط ہے کیونکہ کحّال بتشدید حائے حطی ہے نہ کہ بفتح اور اس صورت میں اگر کحال پر تشدید پڑھی جائے تو شعر ناموزوں ہو جائے گا۔ کحّال وہ لوگ جو آنکھوں کا علاج سرمہ لگانے اور قدح وغیرہ سے کرتے ہیں ۱۲ [2] کراہا سے مراد یہاں رنجیدہ ہوا لی گئی ہے ۱۲ [3] یعنی اسکو آنکھوں سے لگا ۱۲ [4] جھڑ گیا۔ ایک گھاس ہے جس کی جڑ تسخیر خلائق کے لئے پاس رکھتے ہیں ۱۲ [5] شگوفہ ہاتھ آنا۔ کوئی نئی بات معلوم ہونا۔ دلچسپی کا سامان بہم پہنچنا ۱۲ [6] خیل کے خیل یعنی گروہ در گروہ۔ جتھے کا جتھا۔ سیل۔ رَو۔ بینا ۱۲ عبدالباری آسی۔

Marfat.com

گل کی جو خبر سنائی اُسکو — گلشن کی ہوا سمائی اُس کو
ہمرہ کسی لشکری کے ہوکر — قسمت پہ چلا یہ نیک اختر

غلام ہونا چاروں شاہزادوں کا چوسر کھیل کر دلبر بیسوا سے

نقطوں[1] سے قلم کی مہرہ بازی — یوں لاتی ہے رنگ بدطرازی
یکچند پھرا کیا وہ انبوہ — صحرا صحرا و کوہ در کوہ
گلچیں ہوئے سب[2] ہزار جی سے — گل کا نہ پتہ لگا کسی سے
وارد ہوئے اک جگہ سرِ شام — فردوس تھا اُس مقام کا نام
اک نہر تھی شہر کے برابر — ٹھٹکے سیارے[3] کہکشاں پر
اک باغ تھا نہر کے کنارے — جویائے گل اُس طرف سدھارے
دلبر نام ایک بیسوا تھی — اس ماہ کی وہاں محلسرا تھی
دروازے سے فاصلے پہ گھر تھا — نقارہ[4] چوبدار در تھا
بیجا و بجا نہ سمجھے انجان — نقارہ بجا کے ٹھہرے نادان
آواز پہ وہ لگی ہوئی تھی — آپ آن کے ٹھاٹ[5] دیکھتی تھی
جس شخص کو المدار پاتی — باہر سے اُسے لگا کے لاتی
بہلا کے جوئے کا ذکر اُٹھا کر — چوسر میں وہ لوٹتی سراسر

[1] چونکہ اس داستان میں چوسر کھیلکر شاہزادوں کے اسیر ہونے کا ذکر ہے۔ اسواسطے نقطوں کو مہرہ قرار دیا اور قلم کو مہرہ باز ۱۲ [2] یعنی سب شاہزادے ۱۲ [3] سیارے وہ شاہزادے جو تلاش گل میں سیاحی کررہے تھے۔ کہکشاں سے حوض کا استعارہ کیا ہے ۱۲ [4] نقارہ اس سپاہی کا کام دے رہا تھا جو خبر رسانی کی خدمت انجام دیتا ہے ۱۲ [5] ٹھاٹھ۔ شان و شوکت آن کی ۱۲

Marfat.com

جیتے سکی تھی ہاتھ جو کچھ آتا — اُس کا کوئی ہتھکنڈا نہ پاتا
بلّی کا سر جرا اعداں تھا — چوہا پاسے کا پاسباں تھا
اُلٹاتے[1] اڑی یہ قسمت آسا — بلّی جو دیا تو موش پاسا
جیتے ہوئے بندے[2] تھے ہزاروں — قسمت نے پھنسائے یہ بھی چار دن
صیاد تھی لائی پھانس کر صید — کرسی پہ بٹھائے نقشِ[3] اُمید
گھاتیں ہوئیں دلربائیوں کی — باتیں ہوئیں آشنائیوں کی
رنگ اُن کا جما تو لا کے چوسر — کھیلی وہ کھلاڑ[4] بازی بد کر
دو چھوٹ[5] پہ تھی یہ میل سمجھے — بازی چوسر کی کھیل سمجھے
مغرور تھے مال و زر پہ کھیلے — ساماں ہارے تو سر پہ کھیلے
بدبختی سے آخری جوا تھا — بندہ ہونا بدا ہوا تھا
دو ہاتھ میں چاروں اُن کے ٹوٹے — پنجے[6] میں پھنسے تو چھکّے چھوٹے
ایک ایک سے رات بھر نہ چھوٹا — پو پھٹتے[7] ہی جگ اُنھوں کا ٹوٹا
زنداں کو چلے مجل مجل کر — نردوں[8] کی طرح پھرے نہ چل کر

[1] نسخہ مرتبہ اصغر مرحوم الٹاتی یہ یاے معروف ہے۔ لیکن بلحاظ بلی اور موش کے یاے مجہول مناسب ہی ۱۲ [2] بندے میں یاے معروف نہیں بلکہ یاے مجہول بمعنی غلام ہے ۱۲ [3] نقش اُمید سے مراد شاہزادے ۱۲ [4] کھلاڑ۔ کھیلنے والی۔ بیسوا کو بھی کہتے ہیں ۱۲ [5] چھوٹ مراد شرط چھوٹ بدنا۔ شرط بدنا۔ حریف سے اس طرح لڑنا کہ وہ جہاں چاہے وار کرے ۱۲ [6] پنجے میں پھنسے یعنے قابو میں آگئے۔ چھکے چھوٹنا ہوش اڑنا۔ پنجا۔ چھکا۔ چار دل۔ چوسر کی اصطلاح ہے ۱۲ [7] پو پھٹنا صبح ہونا۔ جگ ٹوٹنا۔ جدا ہونا۔ جگ اصطلاح چوسر میں دو نردوں کا ایک خانے میں رہنا۔ پو نردوں کا ایک صفر پانسے میں جب دس پچیس تیس آئیں تو ایک پو کا استحقاق ہوتا ہے۔ یعنے ایک خانہ زائد شمار کرتے ہیں ۱۲ [8] نرد آگے بڑھ کر واپس نہیں ہوتی ۱۲ آسی

Marfat.com

لشکر میں سے جو گیا سوئے شہر — پانی[91] سا پھرا نہ جانب نہر

جیتنا تاج الملوک کا دلبر بیسوا کو اور چھوڑ کر روانہ ہونا تلاش گل بکاولی میں

لانا زر گل جو ہے ارم سے — یوں صفحے پہ نقش ہے قلم سے
وہ[92] ریگ رواں کا گرد لشکر — یعنے تاج الملوک ابتر
حیران ہوا کہ یا الٰہی — لشکر پہ یہ کیا پڑی تباہی
اُٹھا کہ خبر تو لیجے چلکر — گذرا در باغ بیسوا پر
حیران تھا یہ بلند یا یہ — نکلی اندر سے ایک دایہ
لڑکا کوئی کھو گیا تھا اُس کا — ہم شکل یہ مہ لقا تھا اُس کا
بولی وہ کہ نام کیا ہے تیرا — فرزند اسی شکل کا تھا میرا
بولا وہ کہ نام تو نہیں یاد — طفلی میں ہوا ہوں خانہ برباد
لیکن یہ میں جانتا ہوں دلگیر — مادر تھی مری بھی ایسی ہی پیر
بیٹا وہ سمجھ کے جی سے اُسکو — گھر لائی ہنسی خوشی سے اُسکو
جاتے تھے ادھر[93] سے وہ جواری — (چلتے) ایک ایک کی کر رہا تھا خواری
کہتے تھے فریب دو گے کیا تم — شہزادے نہ ہم نہ بیسوا تم
ذکر اپنے برادروں کا سُنکر — بولا وہ عزیز سُن تو مادر

۹۱ جیسے پانی نہر سے جا کر پھر نہر میں نہیں آتا ۱۲ ۹۲ ریگ رواں کا قافلہ فرض کیا اور تاج الملوک کو گرد لشکر کہا گیا ۱۲ ۹۳ اس شعر میں جاتے تھے کی جگہ کئی نسخوں میں چلتے تھے ہے مگر میرے نزدیک جاتے تھے زیادہ صحیح ہے ۱۲ آسی

Marfat.com

کون ایسی کھلاڑ بیسوا ہے — شہزادوں کو جس نے زچ کیا ہے
بولی وہ کہ ہاں جوا ہے بدکام — دلبر ایک بیسوا ہے خودکام
بلی پہ چراغ رکھ کے شب کو — چوسر میں وہ لوٹتی ہے سب کو
پاسے کی ہے کل چراغ کے ساتھ — وہ بلی کے سر یہ چوہے کے ہاتھ
شہزادے کہیں گئے تھے بااقبال — بندے ہوئے ہار کر زر و مال
بھائی تھے جوش خوں کہاں جائے — صدمہ ہوا درد سے کہا ہائے
پانسے کا چراغ کا الٹ پھیر — سوجھا نہ انھیں یہ دیکھو اندھیر
سوچا وہ کہ اب نہ ہم ہیں آگاہ — جیتے ہیں تو جیت لیں گے ناگاہ
اک بلی جھپٹی چوہے کو بھانپ — نیولے نے بھگا دیا دکھا سانپ
سمجھا وہ کہ ہے شگون نرالا — نیولا پکڑ آستین میں پالا
چوسر ہی کے سیکھنے کو یکسر — گھوما وہ برنگ نرد گھر گھر
اک روز اسے مل گیا امیر ایک — وہ صاحب جاہ دل سے تھا نیک
اشراف[1] سمجھ کے لے گیا گھر — بخشا اسے اسپ جامہ و زر
اس گل کے جو ہاتھ میں زر آیا — جانبازی کو سوئے دلبر آیا
ملتی تھی کھلاڑ ڈنکے[2] کی چوٹ — نقارہ و چوب میں چلی چوٹ

ف۱ اشراف شریف کی جمع ہے۔ مگر بعض نے معنی واحد میں بھی استعمال کیا ہے ۱۲

ف۲ ڈنکے کی چوٹ۔ علانیہ۔ یہ محاورہ ہے۔ مگر یہاں نہایت مناسب جگہ پر مستعمل ہوا ہے کیونکہ بیسوا نقارہ بجانے کے بعد ملتی تھی۔ اسی طرح چوٹ چلنا آپس میں ایک دوسرے پر وار کرنے کے معنی میں محاورہ ہے۔ وہ بھی نہایت مناسب مقام پر مستعمل ہوا ہے جس کا طبع لطیف اندازہ کر سکتی ہے ۱۲ عبدالباری آسی۔

Marfat.com

آوازہ وہ سن کے اندر آئی — ہمرہ اسے لے کے در پہ آئی
کام اُس کا تھا بسکہ کھیل کھانا[۱] — چوسر کا جمانہ وہ کا رچانا
وہ چشم و چراغ بیسوا کے — کرنے لگے تاک جھانک آ کے
نیولا وہ کہ مار آستیں تھا — چٹکی کے بجاتے ہی وہیں تھا
بلی تو چراغ پا تھی خاموش — بل ہو گیا موش کو فراموش
ہنس ہنس کے حریف کو رولایا — مانند شمع اُسے جلایا
بارے بہ ہزار بد دماغی — لی خضر نے غول سے چراغی[۲]
پاسے سے چلی نہ جعل سازی — اُجڑی[۳] وہ بسا بسا کے بازی
سب ہار کے نقد و جنس بارے — جیتے ہوئے بندے بد کے ہارے
بنیاد[۴] جو کچھ تھی سب گنوائی — تب خود وہ کھلاڑ ٹھہرے آئی
پھر پاسے نے کی نہ پاسداری — ہمت کی طرح وہ دل سے ہاری
پاسے کی بدی ہے آشکارا — راجہ نل سلطنت ہے ہارا
دانا تو کرے کب اُس طرف میل — ہارا ہے جوے کے نام سے بیل

[۱] کھیل کھانا۔ فاحشہ عورتوں کے لئے مستعمل ہے۔ یہاں ناجائز رقم حاصل کرنے کے معنی میں ہے ۱۲ [۲] چراغی۔ وہ نقدی جو کسی مزار یا کسی بزرگ کے نام پر فاتحہ دیتے وقت چراغ کے نیچے رکھدیتے ہیں۔ چونکہ اس جگہ چراغ کے الٹ پھیری کا ذکر ہے اسواسطے یہاں یہ کہنا غول سے خضر نے چراغی وصول کی بہت مناسب ہے۔ یعنی جیتی ہوئی رقم چراغ کے قائم رہنے سے وصول ہوئی ۱۲ [۳] یعنی بازی لگا لگا کر تباہ ہوئی۔ اُجڑنا۔ اور بازی بسانا اس محل پر اب نہیں بول سکتے۔ ممکن ہے کہ مصنف کے وقت میں بولتے ہوں ۱۲ [۴] بنیاد سے مراد یہاں متاع ہے۔ ٹھہرے آنا۔ ٹھہرا رکھنے کے معنی میں لکھا ہے ۱۲ عبدالباری آسی۔

Marfat.com

بارے دیکھا جو بیسوا نے
سوچی کہ نہ اب بھی چال رہیئے
بولی بہزار عجز و زاری
لونڈی ہوں نہیں عدول مجھکو
بولا وہ کہ سن یہ ہتھکنڈے چھوڑ
یہ مال یہ زر یہ جیتے بندے
بالفعل ارم کو جاتے ہیں ہم
بولی وہ سنو تو بندہ پرور
انسان و پری کا سامنا کیا
شہزادہ ہنسا کہا کہ دلبر
انسان کی عقل اگر نہ ہو گم
یہ کہہ کے اُٹھا کہا کہ لو جان
دولت تھی اگرچہ اختیاری
جز جیب نہ مال پر پڑا ہاتھ
درویش تھا بندۂ خدا وہ

بندہ کیا غیر کا خدا نے
شادی کا مزا نکال رہیئے
تم جیتے میاں ہیں تم سے ہاری
خدمت میں کرو قبول مجھ کو
نقارۂ در کو چوب سے توڑ
یونہی انھیں رکھ بجنس چندے
انشاء اللہ آتے ہیں ہم
گلزار ارم ہے پریوں کا گھر
مٹھی میں ہوا کا تھامنا کیا
کچھ بات نہیں جو ٹھیے دلیر
ہے چشم پری میں جائے مردم
جاتے ہیں کہا خدا نگہبان
پامردی سے اُسے لات ماری
جز سایہ نہ کوئی بھی لیا ساتھ
اللہ کے نام پر چلا وہ

۱ چال رہیئے یعنے چال سے نہ باز آیئے ۱۲ ۲ کسی بات کا دل پر رکھنا۔ کسی کام کے کرنے کا پکا ارادہ کر لینا ۱۲ ۳ پامردی استقلال۔ ہمت ۱۲ عبد الباری آسی۔

Marfat.com

پہونچنا تاج الملوک کا سرنگ کھدوا کر باغ بکاولی میں اور گل لے کر پھرنا

کرتا ہے جو طے سواد نامہ — یوں حرف ہیں نقش پائے خامہ
وہ دامن دشت شوق کا خار — یعنے تاج الملوک دل زار
اک جنگلے[1] میں جا پڑا جہاں گرد — صحرائے عدم بھی تھا جہاں گرد
سایے کو پتا نہ تھا شجر کا — عنقا تھا نام جانور کا
مرغان ہوا[2] تھے ہوش راہی — نقش کف پا تھے ریگ ماہی
وہ دشت کہ جس میں پر تگ و دو — یا ریگ رواں تھی یا وہ رہرو
ڈانڈا[3] تھا ارم کے بادشاہ کا — اک دیو تھا پاسبان بلا کا
دانت اس کے تھے گورکن قضا کے — دو نتھنے رہ عدم کے ناکے
سر پر پایا بلا کو اس نے — تسلیم[4] کیا قضا کو اس نے

[1] جنگلا۔ یعنی جنگل پہلے بولتے تھے اور بعض اب بھی اس معنی میں بولتے ہیں۔ سد صدقے ہزار شہر وہ صحرائے عیش باغ۔ دیوانے ہیں جو کہتے ہیں جنگلا ہے عیش باغ۔ جنگلا ایک راگنی کا نام بھی ہے۔ اسی لئے دیس بھی ایک جنگلا کہا گیا ہے۔ کیونکہ دیس بھی ایک راگ کا نام ہے۔ جنگلے کی راہ سے چند دیس ۱۲ [2] یعنے اس جنگل میں اگر پرندے تھے تو بیہوش راہی کے تھے ۱۲ ور وہاں اگر ریگ ماہی تھی تو وہ نقش قدم تھے۔ ورنہ ان دونوں چیزوں کا پتہ نہ تھا۔ ریگ ماہی ایک قسم کی مچھلی ہے جو ریت میں تھی اور جوان گرگٹ کی طرح ہوتی ہے یہ ریت میں اس طرح رہتی ہے جیسے کہ عام مچھلیاں پانی میں رہتی ہیں۔ اسکو سمک الرمل۔ اور ریگ زار وہ بھی کہتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ سقنقور اسی کا نام ہے مگر یہ قول ضعیف ہے ۱۲ [3] ڈانڈا۔ سرحد ۱۲
[4] یعنے بادشاہ زادہ تن بہ تقدیر مرنے پر رضامند ہو گیا ۱۲ عبد الباری آسی۔

Marfat.com

بھوکا کئی دن کا تھا وہ ناپاک	فاقوں سے رہا تھا پھانک کر خاک
بے ریشہ یہ طفل نوجوان تھا	حلوا بے دود بے گماں تھا
بولا کہ چکھوں[51] گا میں یہ انسان	اللہ اللہ شکر احسان
شہزادہ کہ منہ میں تھا اجل کے	اندیشہ سے رہ گیا دہل کے
پل مارنے کی ہوئی جو دیری	سبحان اللہ شان تیری
اشتر کئی جاتے تھے ادھر سے	پر آرد و روغن و شکر سے
وہ دیو لپک کے مار لایا	غراتے ہوئے شکار لایا
اونٹوں کی جو لوتھیں[52] دیو لایا	دم اسکا نہ اس گھڑی سمایا
تیورا کے وہیں وہ بار بردوش	بیٹھا تو گرا گرا تو بے ہوش
چاہا اس نے کہ مار ڈالو	یا بھاگ سکو تو راستا لو
وہ اونٹ تھے کاروانیوں کے	سب ٹھاٹھ تھے میہمانیوں کے
میدہ بھی شکر بھی گھی بھی پایا	خاطر میں یہ اس بشر کے آیا
میٹھا اس دیو کو کھلاؤ	گڑ سے جو مرے تو زہر کیوں دو
حلوے کی پکا کے اک کڑھائی	شیرینی دیو کو چڑھائی
ہر چند کہ تھا وہ دیو کڑوا[53]	حلوے سے کیا منہ اسکا میٹھا
کہنے لگا کیا مزا ہے دلخواہ	اے آدمی زاد واہ وا واہ
چیز اچھی کھلائی تو نے مجھ کو	کیا اس کے عوض میں دوں میں تجھ کو

۵۱ چکھوں گا۔ کھاؤں گا کے معنے میں ہے ۱۲ ۵۲ لوتھ بمعنی مردہ اونٹ لایا گیا ہے۔ اگرچہ لوتھ عموماً انسان ہی کی لاش کو کہتے ہیں ۱۲ ۵۳ کڑوا بمعنی تندخو ۱۲ آسی

Marfat.com

بولا وہ کہ پہلے قول دیجے | پھر جو میں کہوں قبول کیجے
وہ ہاتھ پہ اس کے مار کر ہاتھ | بولا کہ ہے قول جان کے ساتھ
بولا وہ کہ قول اگر یہی ہے | بدعہدی کے پر نہیں یہی ہے
گلزار ارم کی ہے مجھے دھن | بولا کہ ارے بشر وہ گلبن
خورشید کے ہم نظر نہیں ہے | اندیشے کا واں گذر نہیں ہے
واں موج ہوا ہوا پہ اژدر | واں ریگ زمیں زمیں پہ اخگر
ہوتا جو نہ قول کا سہارا | بچتا نہ یہیں تو خیر ہارا
رہ جا مرا بھائی ایک ہے اور | شاید کچھ اس سے بن پڑے طور
اک ٹیکرے پر گیا بلایا | وہ مثل صدا کے کوہ آیا
حال اس سے کہا کہ قول ہارا | ہے پیر یہ نوجواں ہمارا
مشتاق ارم کی سیر کا ہے | کوشش کرو کام خیر کا ہے
حمالہ نام دیونی ایک | چھوٹی بہن اسکی تھی بڑی نیک
خط اسکو لکھا بایں عبارت | اے خواہر مہرباں سلامت
پیارا ہے مرا یہ آدمی زاد | رکھیو اسے جس طرح مری یاد

۵۱ قول قرار کرتے وقت ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہیں ۱۲ ۵۲ یعنے پھر قول سے پھر نہ جانا ۱۲ ۵۳ خورشید کے ہم نظر نہیں ہے یعنی خورشید اس سے آنکھ نہیں ملا سکتا ۱۲ ۵۴ یعنے وہاں موج ہوا پر اژدہا معلوم ہوتا ہے اور وہاں کی ریگ زمین زمین پر انگارے کی طرح معلوم ہوتی ہے ۱۲ ۵۵ ٹیکرا۔ ٹیلا۔ جیسے کوہ سے صدا گونجتی ہوئی آتی ہے اسی طرح سے وہ آیا ۱۲ ۵۶ پیر و نوجوان میں صنعت تضاد ہے مگر پیر بہ طریق ایہام لایا گیا جس کے معنے مرشد و رہنما کے ہیں ۱۲

Marfat.com

انساں سے ہوا ہے کچھ جو سازش
مہمان سے کیجیو نوازش

خط لے کے بشر کو لے اُڑا دیو
پہونچا حمالہ پاس بے ریو

بھائی کا جو خط بہن نے پایا
بھیجے ہوئے کو گلے لگایا

اُس دیونی پاس اک حسیں تھی
زنبور کے گھر میں انگبیں تھی

محمودہ نام دخت آدم
لے آئی تھی دیکھ دیونی دم

جوڑا ہم جنس ہاتھ آیا
محمودا کے گلے لگایا

دن بھر تو الگ تھلگ ہی تھے وہ
دو وقت سے شام کو لے وہ

تھے ضبط و حیا[1] کے امتحاں میں
پردہ رہا ماہ میں کتاں میں

آپس میں کھلے[2] نہ شرم سے وہ
خاطر کی طرح گرہ رہے وہ

بولا وہ فسردہ دل سحر گاہ
کیا سرد ہوا ہے واہ وا واہ

بولی[3] وہ کہ ہونے کو ہوا ہے
جو غنچے کو گل کرے صبا ہے

بولا[4] وہ یہی تو چاہتا ہوں
گل پاؤں تو میں ابھی ہوا ہوں

---

۱ یعنے ایک طرف ضبط اور ایک طرف حیا تھی۔ کہا جاتا ہے کتاں جب ماہ کے سامنے آتا ہے تو پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں ماہ و کتاں مقابل ہمدگر نہ ہوئے ۱۲ ۲ کھلنا۔ بے تکلف ہونا۔ دوسرے مصرع میں گرہ کا لفظ ہے۔ چونکہ دل کو عقدہ کہتے ہیں اس لئے یوں لکھا گیا ۱۲ ۳ یعنے ہوا ہے تو ہوا کرے میرے نزدیک تو بادِ صبا وہ ہے جو میرے دل کی کلی کو کھلائے اس میں اور بھی کنایہ ہے ۱۲ ۴ تاج الملوک نے بات کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا اور کہا گل ہی کی تو مجھے بھی تلاش ہے۔ ہوا ہونا۔ تیزی کے ساتھ چلا جانا۔ گل پاؤں تو میں بھی ہوا ہو جاؤں۔ اس میں بھی ایک لطیف کنایہ ہے ۱۲

Marfat.com

پیراہن گل کی بو تھی مطلوب — یوسف[1] نے کہا وہ حال یعقوب
اوّل کہی بد[2] نگاہی اپنی — بعد اُس کے وہ سب تباہی اپنی
کھولی تھی زبان منھ اندھیرے — کہتے سنتے اُٹھے سویرے
پوچھا حمالہ نے مری جان — ہم جنس ملا نکالے ارمان ؟
بولی وہ کہ کہتے آتی ہے شرم — دل سرد رہا بغل رہی گرم
ناکامی کے جب وہ طور سمجھی — وہم اُسکو ہوا کچھ اور سمجھی
پوچھا کہ بتا تو روگ کیا ہے — درماں ہے کہ درد لادوا ہے
بولی وہ کہ ہے تو درد لیکن — تم چاہو تو ہے دوا بھی ممکن
وہ بولی جو تو کہے زباں سے — تارے تو اُتار دوں آسماں سے
چہرے کو چھپا کے زیر چادر — محمودہ نے کہا کہ مادر
باپ اُسکا ہے اندھے پن سے مجہول — مطلوب بکاؤلی کا ہے پھول
دل داغ اُسکا برائے گل ہے — نرگس کے لئے ہوائے گل ہے
ساعی تھی بدل یہ کہنے والی — راہ اُس نے سرنگ کی نکالی
دیوؤں سے کہا کہ جاؤ بناؤ — تا باغ ارم سرنگ پہنچاؤ
سن حاجت نقب بہر گلگشت — کترا کے اُنھوں نے دامن دشت
پوشیدہ زمیں کے دل میں کی راہ — حد باندھ کے خوش پھرے اُسی راہ

[1] یوسف سے مراد شاہزادہ تاج الملوک۔ یعقوب زین الملوک جو اندھا ہوگیا تھا۔ اس میں صنعت تلمیح ہے حضرت یعقوب و یوسف کے فراق کا قصہ اور حضرت یعقوب کا اندھا ہونا کتب سیر میں درج ہے ۱۲ [2] بدنگاہی سے مراد اپنی نگاہ کی نحوست جس کی وجہ سے باپ اندھا ہوگیا ۱۲ عبدالباری آسی

Marfat.com

جب مہر تہِ زمیں سمایا — اُس نقب کی رہ وہ آدم آیا
صحنِ چمنِ ارم میں اک جا — بوٹا سا تہِ زمیں سے نکلا
کھٹکا جو نگاہبانوں کا تھا — دھڑکا یہی دل کا کہہ رہا تھا
گوشے میں کوئی لگا نہ ہووے — خوشہ کوئی تاکتا نہ ہووے
گو باغ کے پاسباں غضب تھے — خوابیدہ برنگِ سبزہ سب تھے
نرگس کی کھلی نہ آنکھ یک چند — سوسن کی زباں خدا نے کی بند
خوش قد وہ چلا گلِ وسمن میں — شمشاد رواں ہوا چمن میں
ایوانِ بکاولی جدھر تھا — حوض آئینہ^ف۱ وار بام و در تھا
رکھتا تھا وہ^ف۲ آب سے سوا تاب — چندے^ف۳ خورشید چندے مہتاب
پھول اُسکا اندھے کی دوا تھا — رشکِ جامِ جہاں نما تھا
پانی کے جو بلبلوں^ف۴ میں تھا گل — پہونچا لبِ حوض سے وہ چنچل
پوشاک اُتار اُتر کے لایا — پھولا^ف۵ نہ وہ جامے میں سمایا
گل بے کے بڑھا ایاغ برکف — چوری سے چلا چراغ برکف
بارہ دری واں جو سونے کی تھی — سو خواب گہ بکاولی تھی
گول اُس کے ستوں تھے ساعدِ حور — چلمن مژگانِ چشمِ مخمور

ف۱ یعنے حوض میں ایوان بکاولی کا عکس پڑ رہا تھا ۱۲ ف۲ وہ حوض ۱۲ ف۳ چندے خورشید الخ نہایت چمکدار خوبصورت ۱۲ ف۴ بلبلوں میں یعنی حبابوں میں برعایت گل یہ لفظ لایا گیا ہے ۱۲ ف۵ جامے میں پھولا نہ سمانا بہت خوش ہونا۔ پوشاک اُتارنے کی رعایت سے یہ محاورہ نہایت برمحل صرف ہوا ہے ۱۲

136952

Marfat.com

دکھلاتا تھا وہ مکان جادو | محراب[1] سے در سے چشم و ابرو
پردہ جو حجاب سا اٹھایا | آرام میں اس پری کو پایا
بند اس کی دو چشم نرگسی تھی | چھاتی کچھ کچھ کھلی ہوئی تھی
سمٹی تھی جو محرم اس قمر کی | برجوں پہ سے چاندنی تھی سرکی
لپٹے جو تھے بال کروٹوں میں | بل کھا گئی تھی کمر لٹوں میں
چاہا کہ بلا گلے لگائے | سوتے ہوئے فتنے کو جگائے
سوچا کہ یہ زلف کف میں لینی | ہے سانپ کے منھ میں انگلی دینی
یہ پھول انھیں اژدہوں کا ہے من | یہ کالے چراغ کے ہیں دشمن
گل چین کے ہنسی ہوئے بالکل | خندہ[2] ہو برق حاصل گل
پھر سمجھیں گے ہے جو زندگانی | کچھ نام کو رکھ چلو نشانی
انگشتری اپنی اس سے بدلی | مہر خط عاشقی سند لی
آہستہ پھرا وہ سرو بالا | سایہ بھی نہ اس پری پہ ڈالا
ہیبت[3] سا زمیں کے دل میں آیا | اندیشہ کی طرح سے سمایا
جب نقب افق سے مہر تاباں | نکلا تو وہ ماہرو شتابان

سلہ محراب و در کی چشم و ابرو سے تشبیہ دی یعنی اس مکان کی جادو [illegible] تھی کہ محراب و در کی بجائے چشم و ابرو نظر آتے تھے [illegible] چشم [illegible] ۲ہ خندہ ہو یعنی دو ہنسی جو پھول کھلنے پر [illegible] ہو جاتے [illegible] کے حاصل ہونے سے ہوئی [illegible] حاصل کر [illegible] ہیبت سا زمین کے دل میں آیا ہیبت دل میں آ [illegible] ہیبت بنا ڈالا تھا جب کہ واپس ہوا [illegible] داخل ہوا [illegible]

Marfat.com

گل ہاتھ میں مثل دستِ بیضا[1] — اس نقب کی آستیں سے نکلا
وہ دیونی اور وہ دختِ انساں — دونوں تھیں اُسی کی منتظر واں
گل لے کے جب آملا وہ گل چیں — اُس نقب کی رخنہ بندیاں کیں

آوارہ ہونا بکاولی کا تاج الملوک گلچیں کی تلاش میں

گل کا جو الم چمن چمن ہے — یوں بلبلِ خامہ نعرہ زن ہے
گلچیں نے وہ پھول جب اُڑایا — اور غنچۂ صبح کھل کھلایا
وہ سبزۂ باغِ خواب آرام — یعنی وہ بکاولی گل اندام
جاگی مرغِ سحر کے غل سے — اُٹھی نکہت سی فرشِ گل سے[2]
منھ دھونے جو آنکھ ملتی آئی — پُرآب وہ چشمِ حوض پائی
دیکھا تو وہ گل ہوا ہوا[3] ہے — کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہے
گھبرائی کہ ہیں کدھر گیا گل — جھنجھلائی کہ کون دے گیا جُل
ہے ہے مرا پھول لے گیا کون — ہے ہے مجھے خار دے[4] گیا کون
ہاتھ اُس پہ اگر پڑا نہیں ہے — بو ہو کے تو پھول اُڑا نہیں ہے

---

۱ دست بیضا سے مراد ید بیضا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ کہ جب آپ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالتے تھے تو وہ مثل آفتاب چمکتا معلوم ہوتا تھا۔ اور یہ وہ ہاتھ تھا جو بچپن میں انگارے کو چھونے سے جل گیا تھا۔ دست بیضا کی بجائے ید بیضا زیادہ مستعمل ہے ۱۲ ۲ یہ تشبیہ لطافت اور نزاکت اور نفاست کے اعتبار سے دی گئی ہے ۱۲ ۳ ہوا ہونا۔ غائب ہونا۔ گل کھلنا نئی بات کا ظہور ہونا ۱۲ ۴ خار دینا۔ رنج دینا ۱۲ عبدالباری آسی۔

Marfat.com

نرگس تو دکھا کدھر گیا گل[1]
سوسن تو بتا کدھر گیا گل

سنبل مرا تازیانہ لانا
شمشاد انھیں سولی پر چڑھانا

تھرائیں خواصیں صورتِ بید
ایک ایک سے پوچھنے لگی بھید

نرگس نے نگاہ بازیاں کیں
سوسن نے زباں درازیاں کیں

پتا بھی پتے کو جب نہ پایا
کہنے لگیں کیا ہوا خدایا

اپنوں[2] میں سے پھول لے گیا کون
بیگانہ تھا سبزے کے سوا کون

شبنم کے سوا چرانے والا
اوپر[3] کا تھا کون آنے والا

جس کف میں وہ گل ہو داغ ہو جائے
جس گھر میں ہو گل چراغ ہو جائے

بولی وہ بکاولی کہ افسوس
غفلت سے یہ پھول پر پڑی اوس[4]

آنکھوں سے عزیز گل مرا تھا
پتلی وہی چشمِ حوض کا تھا

نام اُس کا صبا نہ لیتی تھی یاں
اس گل کو ہوا نہ دیتی تھی میں

ف۱ نرگس سے دکھانے کی خواہش اس لئے ہے کہ اس کو آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور سوسن کو زبان سے۔ سنبل کو تازیانے اور شمشاد کو سولی سے یہ خواصوں کے نام بھی ہوتے ہیں ۱۲ ف۲ اپنوں میں سے یعنی یگانوں میں سے پھول کون بیجا سکتا ہے اور بیگانہ یہاں آ کون سکتا ہے۔ البتہ سبزہ بیگانہ موجود ہے۔ سبزہ بیگانہ۔ اس سبزہ کو کہتے ہیں جو خودرو ہوتا ہے ۱۲ ف۳ اوپر کا یعنی غیر آدمی ۱۲ ف۴ اوس پڑنا ایک محاورہ ہے جو۔ بے رونق ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ ارمانوں پر اوس پڑنا۔ ارمانوں کے مایوسی سے بدل جانے کے معنی پر ہے۔ لیکن یہاں پژمردگی کے معنے لئے ہیں ۱۲

Marfat.com

گلچیں[۱] کا کہا ہاے ہاتھ ٹوٹا
او خار پڑا نہ تیرا چنگل
او باد صبا ہوا نہ بتلا
بلبل تو چہک اگر خبر ہے
لرزاں تھی زمیں یہ دیکھ کہرام
انگلی لب جو پہ رکھے شمشاد
جو نخل تھا سوچ میں کھڑا تھا
رنگ اُسکا غرض لگا بدلنے
بدلے کی انگوٹھی ڈھیلی پائی
خاتم تھی نام کی نشانی
ہاتھوں کو مَلا کہا کہ ہیہات
جس نے مجھے ہاتھ ہے لگایا
عریاں مجھے دیکھ کر گیا ہے
یہ کہہ کے جنوں میں ہو غضبناک
گل کا سا لہو بھرا گریباں

غنچے[۲] کے بھی منہ سے کچھ نہ پھوٹا
مشکیں کسیں نہ تو نے سنبل
خوشبو ہی سنگھا پتا نہ بتلا
گل تو ہی مہک بتا کدھر ہے
تھی سبزے سے راست مو براندام
تھا دم بخود اُسکی سُن کے فریاد
ہر برگ تھا ہاتھ مل رہا تھا
گلبرگ سے کف لگی وہ ملنے
دست آویز اُس کے ہاتھ آئی
انسان[۳] کی دست برد جانی
خاتم بھی بدل گیا ہے بدذات
وہ ہاتھ[۴] لگے کہیں خدا یا
کھال اُس کی جو کھینچے سزا ہے
خوں رو دی لباس کو کیا چاک
سبزے کا سا تار تار داماں

۱ہ ہاتھ ٹوٹا یعنے پھول توڑنے کے لئے گلچین نے ہاتھ بڑھایا۔ عورتیں اکثر اس محاورے کو بطریق بد دعا استعمال کرتی ہیں ۱۲ ۲ہ غنچے کے بھی منہ سے کچھ نہ پھوٹا یعنے غنچہ بھی کچھ بولا۔ غنچہ کو بھی منہ سے تشبیہ دیتے ہیں ۱۲ ۳ہ انسان کی دست برد جانی۔ یعنے معلوم ہو گیا کہ یہ کام انسان کا ہے ۱۲ ۴ہ ہاتھ لگنا۔ دستیاب ہونا۔ ملنا ۱۲ آسی

Marfat.com

دکھلا کے کہا سمن پری کو — اب چین کہاں بکاؤلی کو
تھی [1] بسکہ غبار سے بھری وہ — آندھی سی اٹھی ہوا ہوئی وہ
کہتی تھی پری کہ اُڑ کے جاتی — گلچیں کا کہیں پتہ لگاتی
ہر باغ میں پھولتی پھری وہ — ہر شاخ پہ جھولتی پھری وہ
جس تختے میں مثلِ باد جاتی — اُس رنگ کے گل کی بو نہ پاتی
بے وقت کسی کو کچھ ملا ہے — پتّا نہیں حکم بن ہلا ہے

پہونچنا تاج الملوک کا ایک اندھے فقیر کے تکیے پر اور آزمانا گل کا

پھرنا جو وطن کا مُدعا ہے — اب صفحہ پہ یوں قلم پھرا ہے
وہ گلشنِ مُدعا کا گلچیں — یعنی تاج الملوک حق بیں
جس وقت وہ گل چمن سے لایا — محمودہ خوش ہوئی کہ آیا
کہنے لگی لو مراد پائی — بولا وہ جو یاں سے ہو رہائی
گل کی وہ غرض کر آشکارا — جوبن کی طرح اُسے اُبھارا
جب دیو پیادِ شب سے مہتاب — رخصت ہوا جیسے چشم سے خواب
اور گل لیے آفتابِ تاباں — ہنگامِ سحر ہوا شتاباں
وہ مہروش اور وہ ماہ پیکر — اُس دیو کی پاس آئے مضطر
گل کی وہ غرض جتائی اُس کو — رخصت کی طلب سنائی اُس کو
کیا کہتی وہ دیونی کہا جاؤ — دیووں سے کہا کہ تخت لاؤ

[1] غبار سے بھری: یعنی رنج و غصہ سے بھری ہوئی تھی۔ آتی۔

Marfat.com

دو بال دیے کہ لو مری لاگ
جب وقت پڑے دکھائیو آگ

دیوانوں کو سر پر بٹھا کے
پرواز کناں ہوا پہ جا کے

بولے کہ کدھر چلو گے کہدو
فردوس کے رخ کہا ادھر کو

وہ مڑ کے ادھر کو اڑ کے آئے
گلزار میں بیوا کے لائے

وقت سحر اور خنک ہوا تھی
گلگشت چمن میں بیوا تھی

چار آنکھیں ہوئیں تو تھی تنا سا
قدموں پہ گری وہ سایہ آسا

صدقے ہو کر کہا خوش آئے
جس گل کی ہوا لگی تھی لائے

ہمراہ یہ کون دوسری ہے
سایہ ہے کہ ہمقدم پری ہے

بولا شہزادہ شکر ہے ہاں
پر ہے گل آرزو سے داماں

محمودہ نام ہیں جو یہ ساتھ
پھول ان کے سبب سے آگیا ہاتھ

جیتا جو پھرا وہ رشک شمشاد
قیدی کئے بیوا نے آزاد

شہزادے نے بھائیوں کے لے نام
بھجوایا برلے داغ پیغام

چھوٹوں اس نے تھا ان کو تانا[۵۱] یا
سچوں کھوٹوں[۵۲] نے داغ کھایا

داغا[۵۳] تو چلے تفنگ سے وہ
چھوٹے قید فرنگ سے وہ

چھوڑا ہوس گل و چمن کو
چاروں داغی پھرے وطن کو

بندوں کو کیا جب اس نے آزاد
آیا لب جو وہ رشک شمشاد

اسباب کو کشتیوں پہ کر بار
سونپا سب ناخدا کو گھر بار

۵۱ تانا ۔ پھلانا ۱۲ ۵۲ کھوٹوں سے مراد شاہزادے کے وہ بھائی جو بیوا کے یہاں مال و متاع ہار گئے تھے ۱۲ ۵۳ یعنے جب ان چاروں کے داغ لگادئے تو وہ اس تیزی کے ساتھ وہاں سے چلے جیسے تفنگ (بندوق) چلتی ہے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

جب متصل آگیا وطن کے | خندے یاد آئے مرد و زن کے
سوچا کہ میں خود ہوں خانہ برباد | کیا جانیے کیا پڑے کی اُفتاد
لازم ہے کہ گل اپنے ہاتھ رکھیے | موقع نہیں بھیڑ ساتھ رکھیے
لنگر کا کیا اُنھیں اشارہ | خود کشتی سے کر گیا کنارہ
وہ پوربی[له] کر کے جوگیا بھیس | جنگلے کی راہ سے چلا دیس
تکیہ پہ فقیر پیر اندھا | اک گوشے میں آنکھیں مانگتا تھا
تھا نقش قدم سا خاک رہ پر | ٹھہرا وہ مسافر اُس جگہ پر
لیے تجربہ تھی نمائش گل | واجب تھی آزمائش گل
پتلی پہ زر گل آزمایا | سونے کو کسوٹی پر چڑھایا
گل سے ہوئی چشم کور تاباں | بو جیسے چراغ سے چراغاں
منہ دیکھ کے اُس نے دی دعائیں | بچے سے مژدہ کے لیں بلائیں
گل کے جو اثر سے شادماں تھا | گل چیں وہ بولے ہم عناں تھا

ملنا چاروں شہزادوں کا اور چھین جانا گل بکاؤلی کا تاج الملوک سے اور بینا ہونا چشم زین الملوک کا

ہے بسکہ یہ چرخ جور پیشہ | یوں خار رہ قلم ہے ریشہ
یہ جا کے اسی جگہ پہ ناگاہ | آپہونچے وہ چاروں غول گمراہ

له چونکہ زین الملوک پورب کا ایک بادشاہ تھا لہذا شاہزادے کو پوربی کہا گیا ہے۔ جنگلہ۔ جنگل۔ پوربی۔ جوگیا۔ جنگلہ۔ دیس۔ یہ سب راگنیوں کے نام ہیں۔ الفاظ میں صنعت تناسب ہے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

کہتے تھے کہ واہ رے مقدر
کیا رنگ زمانے نے دکھائے
کس منہ سے پدر کے آگے جائیں
ٹھہرائی کہ اور پھول لے جائیں
اک بادِ ہوائی توڑ کر پھول
کیا پھول ہے کیا اثر ہے انہیں
وہ کور کہ ہو چکا تھا بینا
بولا کہ یہ گل وہ گل نہیں ہے
وہ جوگی جو جاتے ہیں اگر آئیں
میں کور ابھی ہو چکا ہوں بینا
چاروں کو تھی حسرتِ گلِ تر
اس جوگی کے جب برابر آئے
گل ہے کہ علاج نور ہے یہ
جوگی یعنے وہ شاہزادہ
پاتے اگر اس درخت کی چھاؤں
ڈھنگ آگہی سب فضول ہے یہ

اس شکل سے پھر کے جاتے ہیں گھر
گل لینے گئے تھے داغ لائے
کیونکر بے پھول منہ دکھائیں
کحال کو بیوقوف ٹھہرائیں
کہنے لگے پھول پھول کر[۵۱] غول
ہوجاتی ہیں روشن اندھی آنکھیں
دیکھا اس نے جو یہ قرینا
اس پھول کی اور گل زمیں[۵۲] ہے
دکھلائیں وہ گل تو آنکھیں کھل جائیں[۵۳]
اندھا نہیں اب ہوا ہوں بینا
چوبائی ہوا[۵۴] کی طرح چل کر
باہم کہا دیکھو پھول لائے
گل ہے کہ چراغِ طور ہے یہ
بولا کہ بکو نہیں زیادہ
رکھتے ہی نہ تم زمین پر پاؤں
وہ گل یہ نہیں وہ پھول ہے یہ

۵۱ پھول پھول کر۔ یعنے اترا اترا کر ۱۲ ۵۲ گل زمین مراد نقش۔ وہ زمین جس پر پھلواری بوئی جائے ۱۲ ۵۳ آنکھیں کھل جانا۔ حیران رہ جانا۔ ہوش آنا حقیقت حال معلوم ہونا۔ یہ محاورہ نہایت برمحل استعمال ہوا ہے ۱۲ ۵۴ چوبائی ہوا۔ وہ ہوا جو چاروں طرف چلتی ہو یہ چاروں بھائیوں کی رعایت سے کہا ہے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

یہ کہہ کے جو جیب سے نکالا — اُن مفت بروں نے ہاتھ ڈالا
قوت میں وہ چار تھے یہ بیکس — شورش میں وہ چار موج[51] یہ خس
غولوں نے بزور پھول اُڑایا — اُس خضر کو راستہ[52] بتایا
گل پانے سے بسکہ سرخرو تھے — گھوڑوں پہ ہوا کے[53] مثل بو تھے
تعجیل سے رو براہ آئے — گل لے کے حضور شاہ آئے
گل لائے جو نور دیدہ دلخواہ — آنکھوں کی طرح پھڑک[54] گیا شاہ
تیغے سے پلک کے پھول اُٹھایا — اندھے نے گل آنکھوں سے لگایا
نور آگیا چشم آرزو میں — آیا پھر آب رفتہ[55] جو میں
خورشید بھر گہن سے چھوٹا — خیرات کے در کا قفل ٹوٹا
دولت جو پاس تھی لٹائی — زر بخت گل[56] کی رونمائی
ایک ایک کو اسقدر دیا زر — محتاج و گدا ہوئے تونگر
بجوائے طرب کے کارخانے — بجوائے خوشی کے شادیانے

۵۱ تنکا موج کا خاتمہ نہیں کرسکتا کجا چار موج ۱۲ ۵۲ راستہ بتانا مراد دھتکارنا۔ بھگا دینا خضر کی رعایت سے راستہ بتانا کہا گیا ہے ۱۲ ۵۳ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہونا۔ جلدی چلنا۔ مغرور ہونا۔ یہاں پر دونوں معنے صحیح ہوسکتے ہیں ۱۲ ۵۴ آنکھوں کی طرح پھڑک گیا۔ کسی اچھی چیز کو دیکھ کر بے قرار اور خوشی سے مضطرب ہوجانا ۱۲ ۵۵ آب رفتہ بجو آمدن فارسی کا محاورہ ہے یعنی گئی ہوئی دولت واپس آنا ۱۲ ۵۶ زر پھول کے زیرے کو بھی کہتے ہیں اس طرح علاوہ تناسب الفاظ کے اس لفظ کا استعمال بہت لطیف ہے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

پہونچنا بکاؤلی کا دارالخلافت زین الملوک میں اور وزیر ہو کر تاج الملوک کی تلاش میں رہنا

گلچیں کا جواب پا ملا ہے — یوں شاخ قلم سے گل کھلا ہے
وہ باد چمن خراماں — یعنے وہ بکاؤلی پریشاں
گلشن سے جو خاک اڑاتی آئی — اُس شہر میں آتے آتے آئی
دیکھا تو خوشی کے چہچے تھے — گلچیں کے شگوفے[1] کھل رہے تھے
گلبانگ زناں تھا جو جہاں تھا — ایک ایک ہزار داستاں تھا
پاتے ہی پتا خوشی سے پھولی — شاد ایسی ہوئی کہ رنج بھولی
جادو سے بنی وہ آدمی زاد — انسانوں میں آملی پریزاد
سلطان کی سواری آرہی تھی — صورت جو نگاہ کی پری تھی
پوچھا اے آدم پری رو — انسان ہے پری ہے کون ہے تو
کیا نام ہے اور وطن کدھر ہے — ہے کونسا گل چمن کدھر ہے
دی اُس نے دعا کہا بصد سوز — فرخ ہوں شہا میں ابن فیروز
گل ہوں تو کوئی چمن بتاؤں — غربت زدہ کیا وطن بتاؤں
گھر بار سے کیا فقیر کو کام — کیا لیجئے چھوڑے گاؤں کا نام
پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت — پوچھا کہ طلب کہا قناعت
باتوں پہ فدا ہوا شہنشاہ — لایا بصد امتیاز ہمراہ

[1] شگوفے کھل رہے تھے۔ یعنے چرچے ہو رہے تھے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

چہرے سے امیرزادہ پایا — گھر لا کے وزیر اُسے بنایا
نذریں لے بندگان درگاہ — دستور سے آملے بصد جاہ
دربار میں چاروں شاہزادے — دیکھا تو کھلے وہ دل کے سادے[١]
چاہا گلچیں کا امتحاں لے — پوچھا کہ نگیں جو لے کہاں لے
ق
بتلانے لگے وہ چاروں نادان — کوئی زمین اور کوئی بدخشاں
جانا کہ جو گل یہ لائے ہوتے — خاتم کے نگیں بنائے ہوتے
تجویز میں تھا یہ صاحب فکر — آیا تاج الملوک کا ذکر
نقش اُس کو ہوا کہ بس وہی ہے — ان سادوں سے کندۂ کب ہوئی ہے[٢]
ظاہر نہ کیا بطون[٣] اپنا — طالع سے لیا شگون اپنا
منزل گہ رہروان بنا کے — شام و سحر اُس میں آ آ کے
رہرو کو دیا بہ لطف و اکرام — آتے آرام جاتے پیغام

آباد ہونا تاج الملوک کا گلشن نگاریں بنوا کے اور شہرہ ہونا

تعمیر مکاں کے ہیں جو آثار — یوں خامہ ہے بہر بیت معمار
شہزادہ کہ عازم وطن تھا — گل پانے سے خوش چمن چمن تھا
اندھے کو کیا جب اُس نے بینا — اور داغیوں نے وہ پھول چھینا

[١] دل کے سادے سے مراد بھولے بیوقوف ۱۲ [٢] کندہ کب ہوئی ہے۔ نادر ہے یعنی ان سے کب کوئی ایسا کام ہو سکتا ہے ۱۲ [٣] بطون۔ باطن کا حال راز دلی ۱۲

Marfat.com

سو جاکہ خوشی خدا کی غم کھاؤ
نقل ارم اک مکاں بناکے
بال آپ پہ رکھتے آندھی آئی
تنہا اسے دیکھکر کہا ہیں
دریا پہ ہوں ان کو چھوڑ آیا
لیکن وہ مکان وہ حوض وہ باغ
حمّالہ نے دیوؤں کو کیا یاد
ویرانے کو گل زمیں بناؤ
صنّاع طلسم گار تھے وہ
دیوؤں نے ادھر محل بنایا
حمّالہ اس کی مادر پیر
کچھ دیوؤں کو چھوڑ کر وہیں پر
گلشن میں سمن بروں کو لایا
دونوں کو محل میں لاکے رکھا
دیوؤں کو کہا کہ بہر تمکیں
دیو آدمی بن کے بن میں آئے
جو حسن کے خبر گیا ادھر کو

حمالہ دیونی کو بلواؤ
رکھو پریوں کو اس میں لاکے
وہ دیونی بال باندھی آئی[۵]
محمودہ کیا ہوئیں کہا ہیں
مسکن کے لئے تمھیں بلایا
جو باغ بکاؤلی کو دے داغ
آئے تو کہا یہ بن ہو آباد
گلزار جواہریں بناؤ
گلشن کے لئے بہار تھے وہ
کشتی سے وہ دخت رز کو لایا
محمودہ سے ہوئی بغلگیر
رخصت ہوکر چلی گئی گھر
نسریں بدنوں سے گھر بسایا
پھل نخل مواصلت کا چکھا
آباد ہو گلشن نگاریں
آتے جاتے کو گھیر لائے
جنت سے وہ پھر پھرا نہ گھر کو

۵ بال باندھی۔ تابع فرمان۔ اور چونکہ حمالہ نے کچھ بال دئے تھے کہ جب مجھے بلانا تو ان بالوں کو آگ دکھانا۔ اس لئے اس محاورے کا صرف اک لطف رکھتا ہے ۱۲

Marfat.com

از بسکہ قریب شہر تھا باغ / خورشید اُفق نظر پڑے باغ
مفلس زردار امیر قلاش / نوکر تاجر فقیر خوش باش
گھر چھوڑ کے چل بسے سب انساں / پھر تن میں نہ آئے صورت جاں

ملاقات ٹھہرنی زین الملوک اور تاج الملوک کی باہمیں

گلشن جو بنا جواہر آگیں / یوں صفحۂ قلم سے ہے نگاریں
ساعد نام ایک مہ لقا تھا / دلبر کا غلام با وفا تھا
صحرا سے جو سیر کر کے آیا / لکڑی کے جکا کے بوجھ لایا
دلوائے ہر ایک کو پئے قوت / الماس و عقیق و لعل و یاقوت
تھی بسکہ وہ جا خلاصۂ دہر / کچھ ٹھہرے کچھ آئے جانب شہر
کف میں وہ جو لعل بے بہا تھے / من[1] پاتے ہی لوگ اژدہا تھے
شحنے[2] نے سنا پکڑ بلایا / لے کر اُٹھا رسا تھا لایا
دیکھا تو جلوہ گاہ اُمید / اک دائرہ تھا برنگ خورشید
دروازے پہ دیووں کا تھا پہرا / بھیجا کے خبر وہ شحنہ ٹھہرا
جب واں سے طلب ہوا تو دربان / لائے اُسے پیش گاہ سلطان
آداب کیا ادب سے ٹھہرا / حیرت زدہ وہ سب سے ٹھہرا
اُن لوگوں کو لے گیا تھا ہمراہ / معروض کیا کہ یا شہنشاہ

[1] من پاتے۔ یعنی اُن لعلوں کو دیکھ کر لوگ بگڑ گئے ۱۲ [2] شحنہ۔ کوتوال شہر۔ چوکیدار ۱۲ آسی

Marfat.com

کم مایہ یہ لوگ ہیں بظاہر ‌ ‌ ‌ ‌ چوری کے تو یہ نہیں جواہر
ساعد نے کہا کہ ہے یہ حاسد ‌ ‌ ‌ ‌ نیت ہوئی ہوگی اُس کی فاسد
حضرت یہ وہی تو ہیں تبر دار ‌ ‌ ‌ ‌ جان سے نہ بولیو خبر دار
پھر کر اُنھیں پانوں[۵۱] شحنہ بے آس ‌ ‌ ‌ ‌ آیا زین الملوک کے پاس
کی عرض کہ باغ اک بنا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ یہ شہر اُجڑ کے وہ بسا ہے
جو کوئی رہے اُس جگہ یہ جاتا ‌ ‌ ‌ ‌ ڈھیروں ہے جواہرات پاتا
حضرت نے کہا کہ بک نہ خیرہ ‌ ‌ ‌ ‌ قاروں کا وہیں ہے کیا ذخیرہ
فرخ کہ وزیر باخرد تھا ‌ ‌ ‌ ‌ سلطاں کا مشیر نیک و بد تھا
بولا کہ شہا یہ بات کیا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ نیرنگ و فسوں کا گھر بڑا ہے
ہر چند کہ طرفہ حال ہے یہ ‌ ‌ ‌ ‌ کچھ دور نہیں مثال ہے یہ

حکایت ایک عورت کے مرد بنجانیکی دیو کے جادو سے

اک ملک میں ایک صاحب فوج ‌ ‌ ‌ ‌ رکھتا تھا محل میں بار ور زوج[۵۲]
تھا داغ پسر مقدر اُس کو ‌ ‌ ‌ ‌ جننی تھی ہمیشہ دختر اُسکو (جَنتی)
از بس کہ وہ شاہ تھا بد اختر ‌ ‌ ‌ ‌ کرتا تھا حسد سے قتل دختر
اک بار محل میں پھر حمل تھا ‌ ‌ ‌ ‌ وہ شاہ کہ ظلم میں مثل تھا
کھا بیٹھا قسم کہ اب کی باری ‌ ‌ ‌ ‌ بیٹا جو نہ دے جناب باری

---

۵۱ اُنھیں پانوں پھرنا - اُلٹے پانوں پھرنا - فوراً واپس ہونا ۱۲ ۵۲ بار ور - حاملہ - زوج سے مراد زوجہ ۱۲ آسی -

Marfat.com

اقبال کا کچھ نہ جانے اوج
کر ڈالیے ذبح دختر ہندوج

کنیا[ل] تھی غرض کہ راس اُسکی
پوری نہ ہوئی وہ آس اُس کی

سُلطان کا جو عہد بے خلل تھا
گھر والوں کو خوف کا محل تھا

ملحوظ بدل تھا پردۂ راز
سیارہ شناسوں سے کیا ساز

ہر چند ستارہ ماں کا تھا ماند
تھی چاندنی شہرہ کر دیا چاند

پھر اہل نجوم محرم راز
بانوے فلک سے ہو کے دمساز

بیٹے کا دہ زائچہ بنا کے
گویا ہوے دست بستہ آ کے

حضرت یہ پسر ہے نیک اختر
بد بین مگر ہے ایک اختر

جب تک نہ چلے یہ اپنے پاؤں
حضرت نہ پسر کے سامنے ہوں

حیلہ کر کے چھپائی بیجبند
بیتاب ہوا جب آرزو مند

وہ گندم جو نما تھی بالی
مردانہ لباس سے نکالی

خوش ہو کے پدر نے بہر شادی
ٹھہرائی کہیں کی شاہزادی

بن ٹھن کے عروس شکل داماد
شادی کو چلی بجان ناشاد

اک شب کسی دشت میں تھے ڈیرے
اور روز نکاح تھا سویرے

خیمے سے وہ بے قرار نکلی
اُس چھالے سے مثل خار نکلی

دیکھا تو اندھیری رات سنسان
اک عالم ہو ہے اور بیابان

اک دیو وہاں پہ گشت میں تھا
جویائے شکار دشت میں تھا

ل کنیا راس چھٹی راس کا نام ہے۔ ایسے لوگ بہت اقبال ہوتے ہیں۔ کنیا راس اسلئے کہا کہ اُس کے ہمیشہ لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ کنیا کنواری لڑکی ۱۲ آسی۔

Marfat.com

دیکھا تو کہا خضر سے ملے آ دُ
مُنھ دھو لو عدم کی راہ تبلاؤ

بولا وہ کہ سُن تو آدمی زاد
کیوں تنگ ہے جی سے کیا ہے بیداد

اے مرد خدا خدا کی سوگند
کہہ کس لئے ہے تو آرزومند

بولی وہ کہ یہ خیال ہے خام
خنجر کا ہو کیا نیام سے کام

کہہ کر کھلے بندوں جی کی تنگی
بے ننگ ہوئی وہ شوخ ننگی

آنکھیں جھپکا کے دیو بولا
تو کیا کھلی پردہ تو نے کھولا

خاطر تری لے طلسم دکھلاؤں
تو مجھ سی بنے میں تجھ سا بنجاؤں

موند آنکھ کہا تو موند لی آنکھ
کھول آنکھ کہا تو کھول دی آنکھ

پائے مردانگی کے پر تو
دامن میں سے دی چراغ نے لو

تھالی میں یہاں اُگا صنوبر
واں شیشہ رہا ترشنے ساغر

اب یاں سے ہے قصہ مختصر طول
فرخ کہ وہ تھا وزیر معقول

بولا کہ شہا جو یہ ہوا ہے
اس بات کا کچھ وجود کیا ہے

شہ نے کہا سُن وزیر دانا
بے دیکھے سُنے کو کس نے مانا

یاد آئی مجھے بھی اک روایت
یہ کہہ کے بیان کی حکایت

حکایت نصیحت گری مرغ اسیر اور نافہمی صیاد کی

اک مرغ ہوا اسیر صیاد
دانا تھا وہ طائر چمن زاد

بولا جب اُس نے باندھے بازو
کھلتا[1] نہیں کس طمع پہ ہے تو

[1] کھلتا نہیں۔ معلوم نہیں ہوتا ۱۲ آسی

Marfat.com

بیچا تو ٹکے کا جانور ہوں — گر ذبح کیا تو مفت پر ہوں
پالا تو مفارقت ہے انجام — دانا ہو تو مجھ سے لے مرے دام
باز آ میں نہ تو مرے گرہ باندھ — سمجھاؤں جو پند اُسے گرہ باندھ
سُن کوئی ہزار کچھ سنائے — کیجے وہی جو سمجھ میں آئے
قابو ہو تو کیجیے نہ غفلت — عاجز ہو تو ہاریے نہ ہمت
آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجے — جاتا ہو تو اُس کا غم نہ کیجے
طائر کے یہ سُن کلام صیاد — بن داموں ہوا غلام صیاد
بازو کے جو بند کھول ڈالے — طائر نے تڑپ کے پر نکالے
اک شاخ پہ جا چہک کے بولا — کیوں پر مرا کیا سمجھ کے کھولا
ہمت نے مری مجھے اڑایا — غفلت نے تری مجھے چھڑایا
دولت نہ نصیب میں تھی تیرے — تھا لعل نہاں شکم میں میرے
دے کر بہتیا دینے دلاسا — جاتا پھر کچھ لگائے لاسا
بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جعل — طائر بھی کہیں نگلتے ہیں لعل
ارباب غرض کی بات سُن کر — کر لیجیے یک بیک نہ باور
فرخ یہ وہی مثل نہ ہووے — دیکھ آ جب تجھے دہل نہ ہووے
مشتاق تو تھا چلا وہ دستور — دکھلائی دیا وہ بقعۂ نور
نقشے میں وہ گلشن نگاریں — گلزار ارم سے تھا خوش آئیں
حیرت تھی کہ یہ طلسم کیا ہے — پر نہیں ٹلاں ہوں کہ ماجرا ہے
اس سوچ میں تخت گہ تک آیا — حیراں وہ وزیر شہ تک آیا

Marfat.com

آداب اک کر کے حسب دستور
ٹھہرا تو وہ بادشاہ مستور[1]

سمجھا کہ حسین آدمی ہے
کیا جانے کہ خود بکاولی ہے

پوچھا کہ کدھر سے آئے کیا نام
بولا وہ کہ نام سے ہے کیا کام

انسان ہوں بندۂ خدا ہوں
بھیجا زین الملوک کا ہوں

گستاخی معاف آپ آئے
بن گھیر لیا مکاں بنائے

بہکا کے بسائے مردم شہر
حضرت کا بڑا ہے آپ پر قہر

دعویٰ یہ ہے یاں زمین دابی
آبادی میں آئی ہے خرابی

خیر اب بھی رفع شر جو چاہو
سر آنکھوں سے چل کے جبہ سا ہو

بولا وہ کہ فتنہ گر تمہیں ہم
شر جن سے ہو وہ بشر نہیں ہم

درویشی میں دل کے بادشاہیں
مسند کے تکیے پر گدا ہیں

دستور کہ عرض کر چکا تھا
مثل دل بد گماں رکا تھا

بولا چلو صلح درمیاں ہو
باہم مہ و مہر کا قراں ہو

بولا وہ فقیر کی بلا جائے
مشتاق جو ہو وہ شوق سے آئے

بولا وہ کہ خیر تا بفردا
اُٹھ جائے گا درمیاں سے پردا

یہ کہہ کے پھرا وزیر آیا
پہونچا تو وہ شہر خالی پایا

شہزادہ و شہ محل میں تھے واں
برہم زدہ بزم کے چراغاں[2]

---

[1] مستور - یعنے جس کا ذکر ہو چکا اور جو اپنے آپ کو چھپائے ہوئے تھا ۱۲
[2] یعنے جس سے کہ محفل برہم ہو جائے اور صرف چراغاں ہی چراغاں باقی رہ جائے۔ اسی طرح شہر خالی تھا اور صرف یہی لوگ باقی رہ گئے تھے ۱۲ آسی

Marfat.com

شہ نے جو وزیر آتے دیکھا
فرخ فرخ پکار اٹھا

سلطاں کے نثار ہو کے دستور
بولا کہ بلائے شاہ ہو دور

دیکھ آیا میں وہ مکانِ یاقوت
ہے معدنِ لعل و کانِ یاقوت

تختہ ہے زمردیں کہ مینو
گلشن ہے جواہریں کہ جادو

نقشہ کہوں کیا نگارخانہ
جادو کا تمام کارخانہ

دیووں کی بنائی ہے وہ بنیاد
رہنے والے ہیں آدمی زاد

واں صاحب تاج و تخت جو ہے
درویش ہے شاہ نام کو ہے

دیو اس کے عمل میں آگئے ہیں
جادو کے محل بنا گئے ہیں

کل آپ بھی چل کے کیجے سیر
وعدہ کر آیا ہوں کہا خیر

بھید کھلنا چھپے ہوؤں کا ایک ایک پر

اب خامے سے وہ انکشاف یوں ہے
دل ملنے کی راہ صاف یوں ہے

فرخ جو گیا تو شاہزادہ
سوچا کہ ہوں ٹھاٹھ کل زیادہ

رکھا آتش پر دوسرا بال
حاضر ہوئی دیونی قوی بال

دعوت کی اسے خبر سنائی
دیووں کے رخ اس نے آنکھ اٹھائی

ہمچشموں نے چتون اس کی تاڑی
پلکوں سے زمین بن کی جھاڑی

غولوں سے بھرا جو تھا بیاباں
پھولوں سے بنا دیا خیاباں

صناعی انھوں نے رات بھر کی
مشتاق نے واں وہ شب بسر کی

بجتے ہی گجر وہ شاد ذی جاہ
چاروں شہزادے لے کے ہمراہ

Marfat.com

جو جو امرا تھے سب بلا کے / فرخ کو خواصی میں بٹھا کے
مشرق سے رواں ہوا دلاور / جس طرح افق سے شاہ خاور
بجلی سے جو زرق برق آئے / فرش ابر کی طرح بچھتے پائے
دیکھا تو تمام دشت گلزار / دائیں بائیں دو رستہ بازار
نہ کہتا تھا دشت پر خسک تھا / فرخ کہتا تھا کل تلک تھا
غافل تھے کہ سبز باغ[۱] ہے یہ / اپنے ہی جگر کا داغ ہے یہ
تجویز رہے تھے سب یہ دنگ / جادو و افسوں طلسم نیرنگ
اتنے میں سنا کہ صاحب تاج / جتنا بڑھے آگے سب ہو تاراج
کیا لشکری اور کیا شہنشاہ / سناٹے میں تھے کہ اللہ اللہ
دیکھے جو جواہرات کے ڈھیر / سب من کی ہوس[۲] سے ہو گئے سیر
شہزادے نے آمد اُن کی پائی / کی تا درِ خانہ پیشوائی
دونوں میں ہوئیں جو چار آنکھیں / دولت کی کھلیں ہزار آنکھیں
ایوان جواہریں میں آئے / الماس کے شہ نشیں میں آئے
وہ چتر کے زیر سایہ بیٹھے / افسر سب پایہ پایہ بیٹھے
جو جو کہ تواضعات ہیں عام / لے آئے خواص نازک اندام
چکنی ڈلی عطر الائچی پان / نقل و مے و جام و خوان الوان
رغبت سے انھیں کھلا پلا کے / بولا شہزادہ مسکرا کے

۱ سبز باغ۔ باغ کی رعایت سے بہت اچھا محاورہ ہے۔ بمعنی دھوکا فریب ۱۲
۲ من کی ہوس۔ یعنی دل میں جتنی آرزو تھی ۱۲ آسی۔

Marfat.com

اس تاج شہی میں کے نگیں ہیں — کے نام و نشان دلنشیں ہیں
سلطاں نے کہا بعد لطافت — یہ چار ہیں عنصر خلافت
اک اور ہوا تھا قابل خشم — وہ نور بصر تھا دشمن چشم
جب لائے یہ گل بکاولی کا — نکلا تب خار روشنی کا
پوچھا اُس نے وہ اب کدھر ہے — سلطاں نے کہا کہ کیا خبر ہے
پوچھا شاہزادے نے کہ یا شاہ — صورت سے ہے اسکی کوئی آگاہ
اک اُن میں سے چشم آشنا تھا — کوکا اسی شاہزادے کا تھا
بولا کہ حضور ادھر تو دیکھیں — دیکھا تو کہا مری نظر میں
صورت وہی رنگ روہی ہے — لہجہ وہی گفتگو وہی ہے
یہ سنتے ہی اُس نے خندہ کر کے — سر پاؤں پہ رکھ دیا پدر کے
سر قدموں سے شاہ نے اُٹھایا — فرزند کو چھاتی سے لگایا
لے لے کے بلائیں کاکلوں کی — پیشانی چومی پیٹھ ٹھوکی
عرض اُس نے کیا کہ وزیر تاس — پابوسی شہ کی ہیں طلبگار
حضرت نے کہا بلائیے خیر — اُٹھ جائیں جو بیٹھے ہوں یہاں غیر
شہزادے نے اک مکاں بتایا — ایک ایک اُٹھا اُدھر کو آیا
سب اُٹھ گئے پر وہ چاروں باغی — بیٹھے رہے فرش گل پہ داغی
شہزادہ اُٹھا محل میں آیا — پردے تلک اُن کو ساتھ لایا
دلبر سے کہا میں جب کہوں آؤ — تو کہیو یہ چاروں اپنی اٹھواؤ
در پردہ سکھا کے باہر آیا — بے پردہ حضور شہ بلایا

Marfat.com

دلبر نے کہا نجاؤں گی میں / قربان گئی نہ آؤں گی میں

اُٹھ جائیں یہ چاروں سست بنیاد / داغی ہوئے ہیں غلام آزاد

چاروں کا یہ سنتے ہی اُڑا رنگ / یکبارگی شاہ ہو گیا دنگ

دکھلائی دیے جو بیٹے بے رُخ / دیکھا تاج الملوک کے رُخ

یاں دل پہ تھے داغ واں سریں پر / یاں نام پہ حرف واں نگیں پر

وہ جعل وہ ہار وہ غلامی / وہ گھات وہ جیتنا تمامی

وہ دسترس اور وہ پامردی / وہ بیکسی اور وہ دشت گردی

وہ دیو کی بھوک اور وہ تقریر / وہ حلوے کی چاٹ اور وہ تحریر

وہ سعی وہ دیونی کی صحبت / محمود کی وہ آدمیت

تجویز کے وہ سرنگ کی راہ / اور موش دوانیاں وہ دلخواہ

وہ سیر چمن وہ پھول لینا / وہ عزم وطن وہ داغ دینا

وہ کور کے حق میں خضر ہونا / وہ غولوں سے ملکے پھول کھونا

وہ بال کو آگ کا دکھانا / وعدے پہ وہ دیونی کا آنا

وہ نزہت گلشن نگاریں / وہ دعوت بادشہ وہ تمکیں

گذرا تھا جو کچھ بیاں کیا سب / پنہاں تھا جو کچھ عیاں کیا سب

انگشتری پری دکھا کر / کھلوائی سریں کی مہر محضر

پہلے تو بہت وہ منہ چڑھے ڈھیٹ / آخر داغی دکھا گئے پیٹھ[۱]

اُٹھوا کے اُنھیں وہ دو خوش آئیں / پابوسی شہ کو سر سے[۲] آئیں

---

۱ پیٹھ دکھا جانا۔ بھاگ جانا۔ ہار کر فرار ہونا ۱۲ ۲ سر سے آنا۔ سر کے بل چل کے آنا۔ یہ کمال تعظیم پر دلالت کرتا ہے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

حضرت نے سمجھ کے حسن خدمت — دونوں کو دئے خطاب و خلعت
نذریں ان دونوں نے دکھائیں — رخصت ہو کر محل میں آئیں
مسند سے شہ اٹھ کے بے محابا — بولا بیٹے سے جان بابا
روشن کیا دیدۂ پدر کو — مادر کے بھی چل کے آنسو پونچھو
مشتاق کو روبراہ پایا — ہمرہ اسے تابخانہ لایا
ماں نے دیکھا جو وہ دلاور — اشکوں کے گہر کیے نچھاور
وہ طفل بھی گر پڑا قدم پر — مانند سرشک چشم مادر
ہر خویش و یگانہ سے ملا وہ — پھر اپنی جگہ پہ آگیا وہ

غائب ہو جانا فرخ یعنی بکاولی کا اور رلوانا تاج الملوک کو گلشن نگاریں سے اور متفق ہو کر گلزار ارم میں رہنا

کھلنے پہ جو ہے طلسم تقدیر — اب خامہ نے یوں کیا ہے تحریر
فرخ وہ بادشہ کا دستور — یعنی وہ بکاولی مستور
مطلوب کا حسن سمجھ کے سب حال — چاہے کہ نکالے کچھ پر و بال
سوچی کہ دلا شتاب کیا ہے — پھر سمجھیں گے اضطراب کیا ہے
اس وضع کا پاس کر گئی وہ — تغییر لباس کر گئی وہ
فرخ کہنے تک آدمی تھی — پھر وہ ہی بکاولی پری تھی
غربت سے چلی وطن میں آئی — صحرا سے اڑی چمن میں آئی
پژمردہ خواصوں میں پڑی جان — صدقے ہوئی کوئی کوئی قربان

Marfat.com

اُس غنچہ دہن اک سمن پری تھی — وہ ہم نفس بکاؤلی تھی
بولی کہو کیا کیا کہا خوب — بے کچھ کہے پھر بھی آئی کیا خوب
مانگا کاغذ دوات خامہ — لکھا گلچین کے نام نامہ

نامہ

اے یوسفِ چشم زخمِ یعقوب — وے رشکِ برادرانِ منکوب
اے دلبرِ دلبراں دغا باز — وے دیو سوارِ عرش پرواز
اے آبِ تہِ زمین بیرنگ — وے نقب دوانِ باغِ گلرنگ
اے پردہ کشائے بے حجابی — وے دزدِ حنائے دستیابی
اے رہروِ رہ بدہ نہادہ — وے صرصرِ گل بباد دادہ
اے بے سر و برگ گلشن آرا — وے لعل نمائے سنگِ خارا
اے بے خبرِ طلسمِ صورت — وے بے بصرِ رُخِ ضرورت
اے باعثِ عزمِ میزبانی — وے صاحبِ بزمِ مہربانی
اے آئینہ دارِ خود نمائی — وے سرمۂ چشمِ آشنائی
اے پردہ کشائے رُوئے پنہاں — وے داغ نمائے پشت اخواں
تو باغِ ارم سے لے گیا گل — تو مجھ سی پری کو دے[۱] گیا جل
بے رُخ ترے واسطے ہوئی میں — فرخ ترے واسطے ہوئی میں
تجھ کو ترے باپ سے ملایا — مجھ کو یہ ملا کہ تجھ کو پایا
جو جو اسرار تھے نہانی — سب تجھ سے سُنے تری زبانی

۱ جُل دینا۔ دھوکہ دینا ۱۲ آسی۔

Marfat.com

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو[۵۱] وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

چاہا تھا کروں سر سے پامال
کر شکر سمجھ کہ تھا خوش اقبال

کیا کہیے کہ صورت اور کچھ تھی
وقت اور ضرورت اور کچھ تھی

ابتک ہیں وہ خارجی کے جی میں
جلد آ کہ ہے مصلحت اسی میں

آئے گا تو درگذر کروں گی
ورنہ میں بہت سا شر کروں گی

داغوں پہ دیے ہیں داغ تو نے
دکھلائے ہیں سبز باغ تو نے

کانٹوں میں اگر نہ ہوا دیکھنا
تھوڑا سا لکھا بہت سمجھنا

پھر خط کی نہ ہو امیدواری
القط ہے قلم[۵۲] کی دستداری

یہ لکھ کے کہا سمن پری کو
چالاک ہے تو ہی قاصدی کو

یہ خط یہ انگوٹھی لے ابھی جا
پورب کی سمت کو چلی جا

رستے میں ہے گلشن نگاریں
رہتا ہے وہیں مراد گلچیں

خاتم کے نشاں سے نامہ دیجو
ٹھہری رہیو جواب لیجو

خط خاتم لے کے وہ ہوائی
پتا ہوئی اور پتے پہ آئی

وہ باغ کہ تھا جو ابر آگیں
ثابت ہوا گلشن نگاریں

وہ آدم جو روش پری رو
یعنی تاج الملوک خوش خو

گلگشت میں تھا کسی روش پر
محمود و دائیں بائیں دلبر

قاصد نے جو رخ پری دکھایا
دھیان اسکو بکاولی کا آیا

۵۱ جادو وہ جو الخ - یعنی مزا جب ہے کہ خود اپنا راز کھولے ۱۲ ۵۲ قلم کی دستی القط - یعنی اب میں خط نہ لکھوں گی ۱۲ آسی۔

Marfat.com

پہچانتے ہی نگینِ خاتم	بے شبہ ہوا یقیں کا عالم
پرتو پہ وہ یوں چلا تڑپ کے	انگارے پہ جیسے کبک لپکے
دھوکا تھا فقط بکاولی کا	قاصد نے دیا وہ خط پری کا
گو سرمہ خموشی نے کھلایا	تحریر کو آنکھوں سے لگایا
قاصد سے کلام لطف بولا	خط صورت چشم شوق کھولا
وہ نامہ کہ عنبریں رقم تھا	قسمت کا نوشتہ یک قلم تھا
تحریر تھی سرگذشت ساری	کچھ یاس تھی کچھ اُمید واری
منگوا کے وہیں دوات و خامہ	تحریر کیا جواب نامہ

جواب نامہ

اے شاہ ارم کی دخت گلفام	فرخ لقب و بکاولی نام
اس نام کے اس لقب کے صدقے	اس نامہ کے اس طلب کے صدقے
میں نے جو غرض سے جی چرایا[1]	تو نے کیوں آ کے منہ چھپایا
میری جو بدی[2] ہوئی تھی کچھ یوں	تو نیک تھی بے ملے گئی کیوں
تو جائے تو کیوں نہ آئے افسوس	افسوس افسوس ہائے افسوس
تقدیر[3] پھری نہیں تو	اُمید گئی گئی نہیں تو

۱ یعنی میں غرض کی وجہ سے ملنے سے بچا ۱۲ ۲ بدی ہوئی میری تقدیر میں یہ بدا تھا - یہ لفظ بطرق صفت ایہام استعمال ہوا ہے کیونکہ بدی کے معنی برائی کے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ نیک اسی رعایت لفظی کے لئے دوسرے مصرع میں لائے ہیں ۱۲ ۳ تقدیر پھری یعنی برگشتہ ہوگئی ۱۲ آسی۔

Marfat.com

اے کاش میں کچھ بھی سانس[۵۱] پاتا / جی کھول کے داغ دل دکھاتا
معلوم تو ہے کہ شوق کیا تھا / جو کھینچ کے یاں سے لے گیا تھا
اب مجھ میں وہ دم اجی کہاں ہے / وہ دل وہ جگر وہ جی کہاں ہے
مر جاؤں اگر طلب میں تیری / میں کیا کہ خبر نہ پہونچے میری
قابل وہاں آنے کے کہاں ہوں / یاں بھی جو رہا تو نیم جاں ہوں
تجھ سے مری خاطر اب کہاں جمع / تو نشتر شعلہ میں رگِ شمع
تو برق دماں میں خرمنِ خار / تو سیل رواں میں خستہ دیوار
تو جوشش یم میں مور بے پر / میں نقش قدم تو باد صرصر
دھڑکا ہے یہی تو جان دونگا / مر جاؤں گا اب نہیں جیوں گا
ہو تجھ سی پری جو خصم جانی / انساں کی ہے مرگ زندگانی
منظور رجوع ہو حیات میری / تو مان لے ایک بات میری
حمالہ کو بھیج آ کے لے جائے / تا یہ تجھے زندہ پا کے پہونچائے
بھیجا نہ اسے تو جان لینا / آساں ہے یہاں بھی جان دینا
یہ لکھ کے جو خط سے ہاتھ اٹھایا / قاصد نے لیا جواب لایا
مطلوب کا خط وہ پڑھ رہی تھی / دیکھا تو وہ دیونی کھڑی تھی
پوچھا کہ اری تجھے خبر ہے / گلچیں مرا کونسا بشر ہے
وہ صدقے ہوئی کہا بلا لوں / بے دیکھے کسی کا نام کیا لوں
یہ سن[۵۲] کے وہ شعلہ ہو بھبوکا / بولی کہ تجھے لگا دوں لوکا

[۵۱] سانس پانا موقع پانا ۱۲ [۵۲] بھبوکا ہونا غصہ میں سرخ ہو جانا۔ تجھے لوکا لگادوں عورتوں کی زبان ہے۔ جو سخت غصہ کی حالت میں کہتی ہیں شعلہ بھبوکا۔ لوکا۔ میں تناسب لفظی ہے ۱۲ آسی

Marfat.com

تیرا ہی تو ہے فسادِ مُردار
داماد کو گل دیا مجھے خار

گل نقب کی راہ لے گیا چور
زندہ کر دوں اُس موے کو در گور

حمالہ جلی ہوں کیا کہوں میں
داماد کو لا تو ٹھنڈی ہوں میں

آگاہی جو دیونی نے پائی
بگڑی ہوئی بات یوں بنائی

محمودہ ہے اک کنیز زادی
انساں سے ہوئی ہے اُسکی شادی

میرا تو نہیں قصور ہے کچھ
شاید اُس کا فتور ہے کچھ

مجرم جو وہ ہے تو لو میں لائی
یہ کہہ کے اُٹھی چلی ہوائی

آئی تو یہ زار نیم جاں تھا
آپ اپنی قضا کا نوحہ خواں تھا

حمالہ کو دیکھتے ہی رو رو
پوچھا کہ تو لینے آئی مجھ کو

بولی وہ بنے[لہ] بگاڑ کیا ہے
چل دیکھو تو چھیڑ چھاڑ کیا ہے

کچھ بول کے زیر لب وہ دل زار
ہیجان میں تپ کے جیسے بیمار

لرزہ سا چڑھا جو دیونی پر
مانند حواس اُڑی وہ مضطر

اُس سمت سے پہونچی یہ عقیلہ
واں آئی پری کی ماں جمیلہ

شکوہ کرنے لگی پری سے
یوں کہنے لگی بکاولی سے

گلزار کی سیر خوب بھائی
برسوں سے نہیں تو گھر بھی آئی

بے طرح گلوں کی ہے تو شیدا
گلچیں نہ ہوا ہو کوئی پیدا

لہ یعنی حمالہ نے جواب دیا کہ بنے (لاڈ پیار میں کسی نوجوان کو خطاب کرتے ہیں) اور بنے کے معنے نوشہ کے ہیں۔ چونکہ حمالہ نے اپنی لڑکی محمودہ کی اس سے شادی کی تھی اس لیے شاہزادے کے لئے اس کی زبان سے یہ لفظ بہت مناسب ہے۔ بگاڑ۔ ہرج نقصان ۱۲ آسی

Marfat.com

کھلتے ہیں کچھ انتظار کے طور
مادر کے کلام سن کے دختر
میں کیا جانوں مجھے خبر کیا
تقریر جو بھولے پن کی پائی
جب اُٹھ گئی یہ تو دیونی وہ
آیا تو وہ منتظر تھی خونخوار
واں غصہ بھری غضب کی چتون
واں سُرمۂ چشم گرم تسخیر
واں پھانسنے کو بلا کے گیسو
بولی وہ پری بعد تامل
کیا کہتی ہوں میں ادھر تو دیکھو
ہے یا نہیں یہ خطا تمھاری
قابو میں پری کے تھا سلیماں
کی عرض رضا ہے جو خوشی ہو
مشکیں زلفوں سے مشکیں باندھو
تلوار سے قتل ہو جو منظور
زنداں میں جو زندہ چننا ہو
یہ سن کے وہ شوخ مسکرائے
کلیاں تو نہیں فقط چمن کا

رخ میری طرف نظر کہیں اور
بولی کہ چمن تو ہے ہمارا گھر
رخ کس کو کہتے ہیں نظر کیا
وہ سادہ دل اُٹھ کے گھر کو آئی
حاضر ہوئی لے کے آدمی کو
اندیشے سے کانپ اُٹھا گنہگار
پلکوں سے یہاں نظر پہ چلمن
یاں قطرۂ اشک تھے گلو گیر
یاں تاب سخن نہیں سر مو
کیوں جی تمھیں لے گئے تھے وہ گل
میری طرف اک نظر تو دیکھو
فرمایئے کیا سزا تمھاری
بولے بتلائے کیا پشیماں
عاشق کی سزا جو کچھ بھی ہو
کالے ناگوں سے مجھ کو ڈسواؤ
ابرو کے اشارے سے کرو چور
اپنے دل تنگ میں جگہ دو
بولی اسے چھاتی سے لگا کے
محرم ہے سارے تن بدن کا

Marfat.com

رُخ دیکھ چکی ہوں اب ترا میں	مُنہ دوسرے کو دکھاؤں کیا میں
یہ کہہ کے لبوں سے قند گھولے	مستی نے دلوں کے عقدے کھولے
کاوش یہ ہوا گہر کے الماس	غنچہ نے بجھائی اوس سے پیاس
واں غنچۂ یاسمیں تھا گلنار	یاں دامن سرد ارغواں زار
واں صبحِ صفا تھی گل بداماں	پھولی رُخِ مہر پر شفق یاں
کیا آگے لکھوں کہ اب سردست	ہوتا ہے دوات میں قلم مست

افشائے راز ہو کر پھنسنا تاج الملوک کا طلسم میں اور مقید ہونا بکاولی کا

خونی رقمی سے کلکِ شنجرف	ہے سرکشائے معنی و حرف
ازبسکہ یہ عشق فتنہ پرداز	ہے شمع فروزِ پردۂ راز
ہمدم جو بکاولی نے پایا	غماز یہ غم خوشی میں لایا
بھڑکا کی جمیلہ مادر اُسکی	گذرانی خبر برابر اُسکی
اک شب کہ تھی خالِ روئے شامت	یا مردمِ دیدۂ قیامت
آکر جو ہے دیکھتی جمیلہ	روشن ہے چراغ اور فتیلہ
وہ شعلۂ آتشیں لپک کے	بجلی سی گری چمک دمک کے
دونوں کی رہی نہ جان تن میں	کاٹو تو لہو نہ تھا بدن میں
شہزادے پہ اُس نے ارخیگال	دریائے طلسم میں دیا ڈال
بیٹی کی طرف کیا اشارہ	جھلا کے کہا کہ خام پارہ

Marfat.com

حسرت میں لگایا داغ تو نے / لٹوائی بہار باغ تو نے
تھمتا نہیں غصہ تھامنے سے / چل دُور رہو میرے سامنے سے
خجلت سے پری زمیں میں گڑ کے / سایہ سی رہی قدم پکڑ کے
مادر نے ہزار پاسباں میں / رکھا اُسے قید کے مکاں میں

پابزنجیر ہونا بکاولی کا سودائے فراق تاج الملوک میں

سودائے الم ہے اب جو تحریر / حرفوں سے قلم ہے پابزنجیر
سنسان وہ دم بخود تھی رہتی / کچھ کہتی تو ضبط سے تھی کہتی
کرتی تھی جو بھوک پیاس بس میں / آنسو پیتی تھی کھا کے قسمیں
جامے سے جو زندگی کے تھی تنگ / کپڑوں کے عوض بدلتی تھی رنگ
یکچند جو گذرے بے خور و خواب / زائل ہوئی اُسکی طاقت و تاب
صورت میں خیال رہ گئی وہ / ہیئت میں مثال رہ گئی وہ
آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر / فانوس خیال بن گیا گھر
پریاں وہ جو اُسکی پاسباں تھیں / دانا و عقیل و خوش بیاں تھیں
سمجھانے لگیں کہ مرتی ہے کیوں / ترک خور و خواب کرتی ہے کیوں
ثابت کچھ اثر ستارے کا ہے / اس چاند کو کیا گہن لگا ہے

۱؎ سایہ سی رہی۔ یعنے جیسے سایہ قدم پکڑے رہتا ہے ۔ ۲؎ چونکہ وہ اپنی زندگی سے بیزار تھی اس لئے کپڑے بدلنے کی اُسے سُدھ نہ تھی مگر کپڑوں کے بدلے رنگ بدلتی تھی۔ یعنے ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا اور ایسا اکثر حالت کرب و اضطراب میں ہوتا ہے ۔ ۳؎ فانوس خیال کی طرح ذہن میں تصویر سی ہو گئی

Marfat.com

رحم اپنی جوانی پر ذرا کر — مُنھ دیکھ تو آئینہ منگا کر
صورت تری زار ہو گئی ہے — گل ہو کے تو خار ہو گئی ہے
ہے ہے تری عقل کس نے کھوئی — ناجنس کو چاہتا ہے کوئی
سوجھتی[١] نہیں آگ ماہی تر — رہتا نہیں پانی میں سمندر
مذکور نہیں ہے کچھ حسد کا — ساتھی نہیں کوئی کار بد کا
روشن ہے جو کچھ کیا ہے اندھیر — پھیر اپنی سمجھ کا ہے یہ پھیر
محبوس کیا ہے تجھ کو ہر چند — توبہ کا تو در نہیں کیا بند
بھولے سے بھی کر نہ یاد آدم — پھر گھر وہی تو وہی وہی ہم
اے شمع نہ سوچی گر بد و نیک — رشتہ کاٹے گا تجھ سے ہر ایک
سمجھانے سے تھا ہمیں سروکار — اب مان نہ مان تو ہے مختار
تو قید جفا میں ہے کہ ہم ہیں — تو دام بلا میں ہے کہ ہم ہیں
غم زاد نہیں کہ ساتھ دیجیے — دُکھ بوجھ نہیں کہ بانٹ لیجے
جھنجھلائی بکاؤلی کہ بس بس — اب ایک کہو گی تم تو میں دس
رنجور جو ہوں تو میں تمھیں کیا — مجبور جو ہوں تو میں تمھیں کیا
مانا مری حالت اب ردی ہے — بہتر ہے وہی جو کچھ بدی[٢] ہے
بلبل اُسی رشک گل کی ہوں میں — تم کیا ہو ہزار میں کہوں میں

[١] مچھلی آگ میں اور سمندر کیڑا پانی میں نہیں رہتا۔ یعنے ناجنس کے ساتھ صحبت برآ نہیں ہوتی ١٢ [٢] بدی کے لفظ میں صنعت ایہام کی صورت ہے یعنی جس کو تم بدی سمجھی ہو وہ بات میرے نزدیک بہتر ہے۔ یا یہ کہ جو کچھ ہونا بدا ہے وہ ضرور ہو گا اور وہی اچھا ہے ١٢ آسی۔

Marfat.com

سوچیں وہ کہ یہ نہیں سمجھتی — ہے بلکہ برنگ زلف الجھتی

مجنوں ہو اگر تو فصد کیجے — سایہ ہو تو دوڑ دھوپ کیجے

کچھ روگ جو در پئے خلش ہو — درماں کے لئے دوا دہش ہو

بیماری عشق لا دوا ہے — اس باغ کی اور ہی ہوا ہے

آخر یہ تو جی سے اپنے تنگ — ایسا نہ ہو لائے اور کچھ رنگ

یاد آئیں جو ابروانِ خم دار — ریتے نہ کہیں گلے پہ تلوار

وہ سبزۂ خط جو یاد آلے — جھنجھلا کے کہیں نہ زہر کھالے

کر یاد کہیں چہ ذقن کو — کودے نہ کنویں میں باؤلی[۱۵] ہو

دیوانے کی مطلق العنانی — ہے باعثِ مرگ ناگہانی

تدبیر کا حوصلہ نکالا — زنجیر کا سلسلہ نکالا

بیڑی تھی رخ جنوں کی کاکل — یا بوسی گل کو آیا سنبل

جب وحشت عشق ہو زیادہ — زنجیر ہے پیش پا فتادہ

شوریدہ بکاؤلی غضب تھی — زنجیروں میں بھی وہ بندکب تھی

بڑھتی جب دل کی بیقراری — پڑھتی یہ غزل بہ آہ وزاری

غزل

عالم کا ترے جہاں بیاں ہے — بیتابی دل جہاں[۱۶] جہاں ہے

۱۵ کنویں کے ساتھ باؤلی کا ذکر صنعت مراعات النظیر بھی کہا جا سکتا ہے اور صنعت جگت بھی کہہ جا سکتا ہے۔ باؤلی ایک قسم کا بڑا کنواں ہوتا ہے جس میں سیڑھیاں بنی ہوتی ہیں۔ ۱۶ جہاں جہاں بہت زیادہ ... سی

زنجیر جنوں کی کڑی نہ پڑیو / دیوانے کا پانوں درمیاں ہے
ذرے کا بھی چمکے گا ستارہ / قائم جو زمین و آسماں ہے
جو داغ کہ مہر ہے فلک پر / دل میں مرے اب تلک نہاں ہے
کس سوچ میں ہو نسیم بولو / آنکھیں تو ملاؤ دل کہاں ہے

آنا تاج الملوک کا صحرائے طلسم سے روح افزا پری کے ساتھ فردوس میں

پھر گوہر طلسم اخلاص / ہے بحر سخن میں خامہ غواص
وہ قطرۂ بارش جدائی / وہ غرقۂ بحر آشنائی
وہ یادشہ حباب افسر / یعنی تاج الملوک مضطر
بے مہری چرخ سے جو ناگاہ / گرداب[1] کے ہالے کا ہوا ماہ
جو ماہ سپہر برتری تھا / سو ماہی بحر ابتری تھا
بادل سا وہ بحر آسماں جوش / بجلی سا تھا لہر سے ہم آغوش
دریا تھا نہ بحر تھا نہ جیحوں / طوفان طلسم جوش افسوں
گرتے تو وہ پانی سر سے گذرا / ادھر تو نہ کچھ نظر سے گذرا
موجوں کی عوض تھی چین دامان / گرداب کے بدلے تھا گریبان
آگے جو بڑھا جزیرہ دیکھا / اشجار کا واں ذخیرہ[2] دیکھا

(فردوس میں آنا)

سلہ یہ اس لئے کہا گیا کہ بکاؤلی کی ماں نے تاج الملوک کو دریائے طلسم میں ڈال دیا تھا ۱۲ سلہ ذخیرہ انبوہ ہجوم۔ لیکن ذخیرہ اس جگہ کو بھی کہتے ہیں جہاں درختوں کی پود اور بنیر رکھتے ہیں ۱۲ آسی۔

Marfat.com

جس پھل کو چھوا جو پھر کیا غور
ہاتھ آیا نہ کچھ حباب کے طور

جانا کہ طلسم کا ہے جنگل
ہے یاں کے درخت کا یہی پھل

اور آگے بڑھا وہ بحر اوہام
ڈوبا خورشید ہو گئی شام

ڈر جانوروں کا جی میں پیٹھا
اک نخل کہن پہ چڑھ کے بیٹھا

ناگاہ سنی صدائے پُر خوف
آیا اک اژدہا پئے طوف

صورت میں پہاڑ کی نشانی
سیرت میں بلائے ناگہانی

مُنھ کھول کے سانپ اک نکالا
اُس کالے نے من زمیں پہ ڈالا

لہرا لہرا کے اوس چاٹی
بن میں کالوں نے رات کاٹی

جب صبح ہوئی تو مُنھ میں ڈالا
کالے نے من اژدہے نے کالا

وہ جا کے اُفق میں پھر چمکا
من افعیِ شب کے مُنھ سے نکلا

سوچا وہ کہ یہ ہے من کسی طور
دشمن کا تھا سامنا کیا غور

کچھ گائیں کلیلیں کر رہی تھیں
بن میں ہری دوب چر رہی تھیں

دودھ اُن کا دوہا پیا کہا لو
گوبر کے اُنھیں کے چھوت پھیکو

نکلا جو پھر آ کے شب کو اژدر
گلخن سے دھواں دھوئیں سے اخگر

گوبر پھینکا تو دب گیا من
بادل میں چھپا وہ ماہ روشن

بے روشنی اندھے ہو گئے وہ
من ڈھونڈتے آپ کھو گئے وہ

من لے کے جو اُس نے پھر مارا
شب کاٹ کے صبحدم سدھارا

دو مرغ تھے بیٹھے اک شجر پہ
مادہ لگی پوچھنے کہ او نر

میں تجربہ کر چکی جہاں کا
کھلتا نہیں کچھ طلسم یاں کا

Marfat.com

مادہ سے یہ سن کے بول اُٹھا نر | ہے طرفہ طلسم اس جگہ پر
وہ پیڑ جو حوض پر لگا ہے | طوبے سے خواص میں سوا ہے
اک سانپ ہے واں یہ چوٹ کرتا | مارے سے نہیں کسی کے مرتا
لیکن جو یہ بندۂ خدا جائے | تا حوض قدم قدم چلا جائے
لپکے گا غوط اُس کو دیکھ کر سانپ | منہ جا در آب میں یہ لے ڈھانپ
ابھرے گا لگا کے جب یہ غوطا | بن جائے گا آدمی سے طوطا
اندیشہ نہ اپنے دل میں لائے | اُڑ کر یہ اُسی شجر پہ جائے
سب خشک ہے ایک ہی ہری ڈال | دو رنگ کے پھل ہیں سبز اور لال
پہلے تو یہ لال پھل کو کھائے | انسان کا رنگ روپ پائے
پھر توڑے اُس کے سبز پھل کو | پھل کچھ اسے دے رہیگا کل کو
جس شخص کے پاس وہ ثمر ہو | ہتیار نہ اُس پہ کارگر ہو
لکڑی میں اثر یہ ہے کہ دشمن | بن جاتا ہے موم اگر ہو آہن
دو ہاتھوں میں لے جو کاندھے پر سے | اُڑتا پھرے جیسے مرغ پر سے
ٹوپی جو بنائے چیل کر چھال | دکھلائی نہ دے نظر کی تمثال
تیتے کی صفت بیان کیا ہو | دم بھر میں بھرے جراحتوں کو
منھ میں رہے گوندا اُسکا جبتک | لگتی نہیں بھوک پیاس تب تک
تھا مُلہم[1] غیب مرغ گویا | سنتے ہی اُدھر چلا وہ جویا
کالے[2] نے جہاں سے کی سیاہی | وہ حوض میں تھا مثال ماہی

[1] فرشتۂ غیبی ۱۲ [2] یعنے جیسے ہی کالا سانپ نکلا ۱۲ آسی

Marfat.com

طوطا بن کر شجر پہ آ کر — پھل کھا کے بشر کا روپ پا کر
پتے پھل گوند چھال لکڑی — اُس پیڑ سے لے کے راہ پکڑی
ہاتھ آ جو گئی عصا کی تاثیر — پرّاں ہوا صورتِ عصافیر[۵۱]
اُڑتا ہوا واں سے دور جا کر — ٹھہرا دم لینے اک جگہ پر
من ران کو چیر کر چھپایا — پتے سے وہ زخم سب بھر آیا
اک حوض پر آب و تاب دیکھا — سرچشمۂ آفتاب دیکھا
غوطہ جو لگا کے سر اُٹھایا — وہ حوض وہ آب کچھ نہ پایا
دکھلائی بُرے دنوں نے شامت — مردی کی رہی نہ کچھ علامت
عوض اُس کی ہوئی یہ دیکھتے ہی — نوارد تو گم خزانہ باقی
سختی جو دکھاتا تھا مقدر — چھاتی پہ دھرا گیہوں سے پتھر
نامردی سے اپنی نعرہ زن ہو — بیچاری چلی کسی طرف کو
آگے سے جوان ایک خوش قد — آتا تھا دنوں کی جیسے آمد
باہم زن و مرد نے کیا میل — دریا سے ملا وہ قطرہ زن سیل
بارے جو پڑی گھر اُس کے بے قید — اُمید سے رہ گئی وہ نومید
جب جن کے نہانے کا دن آیا — غوطہ کسی حوض میں لگایا
اُبھرے تو نہ حوض تھا نہ وہ روپ — پانی کے عوض تھی دشت کی دھوپ
مردی نے جو پھر وجود پایا — پستانوں کو بے نمود پایا

۵۱ عصافیر جمع عصفور چڑیا ۱۲ ۵۲ یہ بھی ایک محاورہ ہے جس کے معنی بہت زیادہ ڈرنے کے ہیں ۱۲ ۵۳ ثدی بمعنی پستان ۱۲ آ تی۔ ۵۴ اُمید حمل ۱۲

Marfat.com

ترکش[1] پہ نگاہ کی تو تھا تیر — قبضے میں پھر آئی کھوکے شمشیر
گو شمع بنا چراغ دامن — روشن نہ ہوا وہ زنگ و روغن
تھا مردم دیدۂ طلسمات — خال رخ و زنگ رو مساوات
اک دیونی مردہ دل سی بھوت — پستاں سے قد اُسکا نخل تابوت
زنبور سیاہ خال اُسکے — برگد کی جٹائیں بال اُسکے
گٹھا لئے سر پہ لکڑیوں کا — چلتی تھی سموم[2] کا سا جھونکا
شہزادہ کہ تھا کریہ منظر — وہ رو سیہ اُسکو سمجھی شوہر
گٹھا وہ دیا کہ بیچ لا جا — لیجو نہیں دیر جلد آ جا
حیرت زدہ شاہزادہ ناچار — راہی ہوا سر پہ رکھ کے انبار
جب بڑھ کے ہوا نظر سے اوجھل — ہلکا ہوا پھینک پھانک بوجھل
واں سے جو بڑھا تو ایک چشمہ — پرآب تھا چشم منتظر سا
غوطہ جو لگا کے سر اُبھارا — پایا وہی رنگ و روپ سارا
کھویا ہوا مال ہاتھ آیا — بولا وہ کہ شکر ہے خدایا
خورشید مرا گہن سے چھوٹا — زنگ آئینۂ بدن سے چھوٹا
یارب یہی اب میں چاہتا ہوں — یہ چشمہ پھر آنکھ سے نہ دیکھوں
نادان ہو جو آبرو کو کھوئے — اُس پانی سے ہاتھ منہ کو دھوئے
یہ کہکر کاندھے رکھ کے لاٹھی — گھوڑوں پہ ہوا کے باندھی کاٹھی
کھانے کو شجر کا گوند تھا پاس — کیا دخل کہ بھوک لگتی یا پیاس

[1] ترکش تیر رکھنے کا آلہ - یعنے عورت سے پھر مرد ہو گئی ۱۲ [2] آندھی - لو ۱۲ آتی -

Marfat.com

دیکھا ناگاہ کوہ البرز — اک دیو سیاہ تھا لیے گرز

ٹوپی وہ جو سر پہ چھال کی تھی — عریانی میں پردہ حالی کی تھی

اُس دیو کے آگے سے بڑھا وہ — سایہ سا پہاڑ پر چڑھا وہ

گریاں لبِ حوض اک پری تھی — فوارے کی طرح رو رہی تھی

پرجوش و خروش اُسے جو پایا — رُوپوش نے تاج سر اُٹھایا

دیکھا جو پری نے آدمی زاد — آہستہ کہا کہ خانہ برباد

رستہ ترا کھو گیا کہاں سے — کھا جائے گا دیو بھاگ یاں سے

بولا وہ بشر کہ دیو کیسا — ہم کو تو ملا نہ کوئی ایسا

بولی وہ پری کہ جا کہا مان — سر پر ہیں ترے قضا کے سامان

بولا وہ کہ بیقراری کیا ہے — تم اپنی کہو ہماری کیا ہے

کیوں روتی ہو کس کی یاد میں ہو — کیا رنج ہے کس فساد میں ہو

بولی وہ حسیں کہ میں پری ہوں — اس دیو کے بس میں آگئی ہوں

فردوس کا بادشہ مظفر — روح افزا جس کی ہوں میں دختر

سردار گروہ دیووں کا ہے — سلطان ارم مرا چچا ہے

اک دن میں چلی چچا کے گھر کو — ماندی تھی بکاؤلی خبر کو

رستے سے یہ دیو پھانس لایا — اب تک[۱] تو خدا نے ہے بچایا

نام اس سے بکاؤلی کا سنکر — رونے جو لگا وہ سر کو دھن کر

پوچھا اُس نے کہ آدمی زاد — تو کیوں رو دیا کہا کہ فریاد

---

۱ یعنی میں اب تک زندہ ہوں۔ یا اب تک بدستور عفیفہ اور دوشیزہ ہوں ۱۲ آسی

Marfat.com

واں خوبیِ عیش پر پڑی برق — یاں بحرِ فسوں میں میں ہوا غرق
وہاں پھانس چبھی ہے اُسکو غم کی — یاں سانس نہیں ہے ایکدم کی
بولی وہ کہ چھوٹتے اگر ہم — رکھتے ترے زخمِ دل پہ مرہم
بولا وہ کہ چل کہاکہ ناداں — وہ دیو کہاں کہاں تو انساں
دیوؤں سے بھی لڑسکا ہے کوئی — سایے کو پکڑ سکا ہے کوئی
بولا وہ کہ جی بجھا[۵۱] نہ جانی — دیو آگ تو آدمی ہے پانی
ہر چند کہ انس و جاں میں ہے لاگ — دب جاتی ہے مشتِ خاک سے آگ
بولی وہ کہ سُن تو آدمی زاد — وہ دیو ہے تیری کیا ہے بنیاد
تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی — لاٹھی سے جدا نہ ہوگا پانی
بولا وہ کہ یہ جو لٹھ مرا ہے — موسیٰ[۵۲] کا عصا ہے اژدہا ہے
یہ کہہ کے جتائے جوہر اپنے — سامان دکھائے یکسر اپنے
ٹوپی جو اُتار لی تھی سر سے — پھر رکھ کے نہاں ہوا نظر سے
لٹھ کاندھے پہ رکھ ہوا یہ جاکر — ظاہر ہوا ٹوپی کو اُٹھا کر
یہ شعبدہ دیکھ کر پری نے — اُڑ چلنے کے پائے کچھ قرینے
تسکیں جو ہوئی پری کے جی کو — وہ آدمی لے اُڑا پری کو

---

۵۱ جی بجھا یعنے اپنے دل کو رنجیدہ نہ کر ۱۲ ۵۲ عصائے موسیٰ - موسیٰ علیہ السلام کا ایک یہ بھی معجزہ تھا کہ جب اپنے عصا کو آپ زمین میں ڈالتے تو وہ اژدہا بنجاتا تھا یہی عصا تھا جس نے فرعون کے دربار کے ساحروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو نگل لیا تھا یہی عصا تھا جسے آپ نے جب دریائے نیل پر مارا تو بارہ راستے بن گئے تھے - یہی عصا تھا کہ آپ نے اُس سے عوج بن عنق کو مارا تھا ۱۲ آسی -

Marfat.com

وہ دیو پری کو اُڑتے پاکر
اُچکا تو ملا ہوا یہ جا کر

شہزادے نے اپنے سر کی ٹوپی
جلدی سے پری کے سر پہ رکھدی

بدلی میں چھپی وہ ماہ روشن
بجلی سے عیاں ہوا یہ پر فن

وہ دیو کہ تھا پری پہ لپکا
حیرت زدہ آدمی پہ لپکا

شہزادہ کہ لٹھ سے برق دم تھا
بادل سا ہوا کا ہم قدم تھا

دیکھا جو نہ دیو نے گذارا
پتھر اک اُٹھا کے پھینک مارا

وہ سنگ گران حربۂ غول
تاثیر سے پھل کی بن گیا پھول

لٹھ اُسکا پڑا تو وہ ہوا چور
جس طرح عصا سے جام بلور

غل کرکے زمیں پر گرا دیو
موجود ہوئے ہزار ہا دیو

بادل کی طرح جو اُمڈے دشمن
لاٹھی سے ہوا وہ برق خرمن

موسیٰ کا عصا تھا لٹھ جواں کا
ایک[۱] ہی لاٹھی سے سب کو ہانکا

سرمہ کیا کوہ پیکروں کا
جی چھوٹ گیا دلاوروں کا

ٹوپی کو اُتار کر پری نے
چومے قدم بشر پری نے

شہزادے نے تاج سر پہ رکھا
لٹھ کاندھے پہ دل سفر پہ رکھا

فردوس میں جا کے صورت حور
ماں باپ سے آ ملی وہ مہجور

دیووں کی وہ سرکشی سُنائی
انساں کی وہ مردمی جتائی

سُن سُن کے اُڑے حواس اُنکے
لائے نہ یقیں قیاس اُنکے

پوچھا کہ وہ ہے کہا کہ ہاں ہے
پوچھا کہ کہاں کہا کہ یہاں ہے

۱ ایک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکنا۔ سب سے ایک سا سلوک کرنا ۱۲ آسی

Marfat.com

یہ سنتے ہی اُس نے تاج اُٹھایا
بال اُس کے دو بال سے بڑھے تھے
تن خاکی تھا جان آتشیں تھی
صورت سے فقیر تھا بردگی
حسن آرا اس پری کی مادر
قدموں پہ گری کہا ادب سے
بولا وہ خدا خدا کرو واہ
قادر وہی کبریا وہی ہے
بولی وہ کہ حق ہے جو ہے فرمان
کھولو کمر اور لطف فرماؤ
بولا وہ کہ اشتہا کسے ہے
سیاح کو کیا قیام سے کار
درویش رواں لئے ہے تو بہتر
روح افزا بول اٹھی اجی واہ
آرام کرو کرم کرو آؤ
مجمع سے الگ مکان میں لائی
اصحاب نیاز کھانے لائے

حیرانوں کو شعبدہ دکھایا
ناخن بھی ہلال سے بڑھے تھے
عریانی[۱] قبائے پوستیں تھی
کی آؤ بھگت[۲] سمجھ کے جوگی
باپ اُس کا بادشہ مظفر
حرمت رہی آپکے سبب سے
ہے جملہ جہاں کا مالک اللہ
آخر وہی ابتدا وہی ہے
تم وقت کے اپنے ہو سلیمان
شربت پیو میوہ ہاتے رکھاؤ
کھانے کا مزا رہا کسے ہے
شبنم نہیں جاگزیں گلزار
آب دریا بہے تو بہتر
ہم جانے نہ دینگے تم کو واللہ
ہم رام ہوے نہ رم کرو آؤ
آرام کی جا قرار پائی
ارباب نشاط گانے آئے

[۱] یعنے اُس کے جسم کی عریانی اُسکے لئے قبائے پوستین بنی ہوئی تھی ۱۲ [۲] آؤ بھگت کرنا خاطر تواضع کرنا ۱۲ آسی۔

Marfat.com

تھا اپنے ہی سوچ میں وہ سنسان — دھن راگ کی تھی نہ رنگ کا دھیان
بے وقت وہ راگ خوش نہ آیا — بے فصل وہ پھاگ خوش نہ آیا

آنا بکاولی کا روح افزا کی خبر کو جمیلہ کے ساتھ اور تاج الملوک سے ملکر جانا سات دن بعد

بچھڑوں کے جو ملنے کا بیاں ہے — یوں خامہ خوشی سے تر زباں ہے
روح افزا کو جو کھو کے پایا — مژدہ شاہ ارم تک آیا
جانا تھا یگانگی میں لازم — چلنے کو ہوئی جمیلہ عازم
وہ ساکن خانۂ سلاسل — یعنی وہ بکاولی بے دل
کہتی تھی کہ پیچ سے نکلتی — خواہاں یہ ہوئی کہ میں بھی چلتی
سن کے قیدی کی زار نالی — زنجیر کے پیچ سے نکالی
تخت انکی سواریوں کے آئے — اڑتے وہ ہوا کے جھونکے آئے
بانوئے شہ ارم جمیلہ — دخت انکی بکاولی عقیلہ
روح افزا سے ہوئیں بغلگیر — صورت پوچھی کہا کہ تقدیر
کہہ سن کے مبارک و سلامت — بیٹھ اٹھ کے ہوئی جمیلہ رخصت
روح افزا نے کہا چچی جان — تم جاؤ رہیں بکاولی یاں
خاطر سے کہا کہ خیر لیکن — لیجاؤں گی خود میں ساتویں دن
یہ کہہ کے وہ وحشت مجسم — آہو سی ارم کو کر گئی رم
روح افزا نے کہا بہن سے — بہتر کوئی جا نہیں چمن سے

Marfat.com

گلگشت کریں چلو کہا خیر / کیا جانے کہ ہو گی سیر میں سیر
چل پھر کے ہنسی ہنسی میں پوچھا / کھونا ملنا بہن یہ کیا تھا
روح افزا نے کہا کہ ہمشیر / میں نے یہ سنا کہ تو ہے دلگیر
واللہ کہ چھان کر خدائی / تیرے پیارے کو ڈھونڈھ لائی
سمجھی وہ ہنسی کہا سڑن ہو / نادان ہو کیا کہوں بہن ہو
ہم کو یہ ہنسی نہیں گوارا / پیارا ہو وے گا وہ تمہارا
پیارا جو نہ تھا تو کھو گئیں کیوں / بدراہ بھی آپ ہو گئیں کیوں
بولی وہ کہ آشنا تمہارا / پیارا نہیں پیاری کا ہے پیارا
گر اسکی تلاش میں میں کھوئی / بدراہ نہ کہہ سکے گا کوئی
جو چاہو کہو جواب کیا دوں / قائل نہیں ہوتی ہو دکھادوں
وہ جوگی وہ دھونی اور وہ آسن / دکھلایا تو تھی اسی کی جوگن
دیکھا تو دکھا رہی ہے تقدیر / کوشش کا اثر کشش کی تاثیر
روح افزا اُن کے بیچ میں واں / قالب تھی میان جان و جاناں
دونوں کا بدل تھا وصل منظور / مانند حجاب ہو گئی دور
وہ غرقۂ بحر ظلم و بیداد / دریا رو یا سنا کے اُفتاد
خاطر کی کدورتیں عیاں کیں / چشموں کی وہ صورتیں بیاں کیں
رو رو کے بکاولی دل افگار / بولی کہ خدا کو علم ہے یار
پھرتا تھا تو چشم و دل میں میرے / دیدے مرے نقش پا تھے تیرے
مشکل مجھے اپنا تھامنا تھا / ہر وقت قضا کا سامنا تھا

Marfat.com

ہمچشم پھرے تھے مثل مژگاں ہم سایہ تھے سب کشیدہ داماں

گھر میں رہنا گراں تھا میرا زنجیر کا گھر مکاں تھا میرا

جو کہہ کے سخن پکارتا تھا پتھر سا کھینچ مارتا تھا

سختی سہی یا کڑی اُٹھائی اُفتاد تھی جو پڑی اُٹھائی

طالع سے کسے تھی ایسی اُمید نکلا ہے کدھر سے آج خورشید

کیوں منہ پہ شفق خوشی سے پھولی کیا شامِ وصال راہ بھولی

یہ کہہ کے ملے بہم وہ ایسے صفحے خطِ[1] تواماں کے جیسے

اک جان دو تن تھی سرو بالا صحبت کا مزا ہوا دوبالا

دربان سی تھی در پہ روح افزا تھا پیشِ نظر حیا کا پردا

جب بیٹھے عروس نکال کے وہ وارد ہوئی دیکھ بھال کے وہ

بول اٹھی بکاولی کہ واری محرم کا ہے کام پردہ داری

وہ بولی مجھے تو کچھ نہ آیا تم نے مگر اب تو ہے سکھایا

کیا جانیں ابھی بڑا ہے کیا کیا اس عمر میں سیکھنا ہے کیا کیا

بارے وہ مہ دو ہفتہ باہم یک ہفتہ رہے انیس و ہمدم

سمجھے ہفتے[2] کی میہمانی بر ہفت عروس شادمانی

وعدے پہ جمیلہ ساتویں دن آئی تو تھا حیلہ غیر ممکن

ساتھ اُسکے رواں ہوئی وہ گلرو ہوش اُس کے وال ہوئے کہ تو

---

[1] خطِ تواماں وہ خط ہے کہ دو ورق لکھتے ہیں اور دونوں کو جب ملاتے ہیں تو وہ پڑھا جاتا ہے ۱۲

[2] یعنی یہ ہفتہ بھر کی مہمانی عروس شادمانی کی زیب و زینت تھی ۱۲ آسی

Marfat.com

چاہا کہ وہ تاج رکھ کے سر پر — رہیے روپوش ساتھ چلکر

دامن کو پکڑ کے روح افزا — بولی کہ کدھر کیا ارادا

الفت کے بہت نہ جوش میں آؤ — کچھ خیر ہے تم کو ہوش میں آؤ

نافہمی سے خوار ہو چکے ہو — اب تو سیکھو کہ کھو چکے ہو

کار مشاطہ خود نہ کیجے — انگارے کو ہاتھ سے نہ لیجے

جلدی تمہیں کیا ضرور دم لو — بیدل نہ ہو قول لو قسم لو

گھبراؤ نہ پا کے نامرادی — غم کھاؤ جو چاہتے ہو شادی

سوچا تو نہ تھا صلاح اُلجھنا — دانائی تھی بات کا سمجھنا

پیغام لیجانا حسن آرا کا بکاولی کی شادی کیواسطے

بیدل نے جگہ جو جی میں پائی — یوں خامے نے کی زباں کشائی

وہ شکر گذار روح افزا — ماں سے بولی کہ حسن آرا

واجب ہے ادائے حق مہماں — احساں کا عوض نہیں جز احساں

حسن آرا نے کہا کہ بہتر — جو اپنے سے ہو نہیں ہیں باہر

بولی وہ کہ یہ فقیر جوگی — ہے عشقِ بکاولی کا روگی

ہیں اسکے سبب بچی ہوں جی سے — یہ میرے سبب ملے پری سے

راز اُن کا کیا جو آشکارا — راضی ہوئی سنکے حسن آرا

بلوا کے مصور اک کہن سال — کھچوائی اُس آدمی کی تمثال

وہ صورت حال ارم میں لائی — خلوت میں جمیلہ پاس آئی

Marfat.com

چھیڑا کہ ہو مہ سے عقد پروین
پیوند نہال گل ہو نسریں

واجب نہیں اب تامل اہیں
بھریے وہیں تک نہ چھلکے جس میں

بولی وہ جمیلہ کیا بتاؤں
تو اپنی ہے تجھ سے کیا چھپاؤں

سودا ہے مری بکاولی کو
ہے چاہ بشر کی پادنی کو

مشہور ہے ضد انس و جانی
یکجا نہیں رہتے آگ پانی

حسن آرا نے کہا جمیلہ
مجھ کو یہ نہیں پسند حیلہ

کاوش تری بے ثبات ہے یہ
سو بات کی ایک بات سن یہ

دو دل جو ہوں چاہئے ہے راضی
یہ جان لے کیا کرے گا قاضی

بولی وہ جمیلہ ہوش میں آؤ
جا کر کسی اور کو یہ سمجھاؤ

تجویز کی آپ کے میں قرباں
لے جائے مری پری کو انساں

حسن آرا نے کہا کہ خاموش
شعلہ کو کیا ہے کس نے خس پوش

اسباب نہ جمع کر ضرر کے
رکھ پنبہ نہ داغ پر شرر کے

بولی وہ جمیلہ پھر کروں کیا
وہ بولی نہ سمجھی کہتی ہو کیا

جب دل ہی پری کا آگیا ہو
انسان ہے تو کیا مضائقہ ہو

انسان ہی تھے حضرت سلیماں
انسان ہی تھے مسیح دوراں

یہ قطرۂ بحر کبریائی
دریا ہے جو ہوئے آشنائی

کیا شکوہ[1] اگر پری نہ سمجھے
افسوس جو آدمی نہ سمجھے

[1] یعنی اس سے پہلے شعر میں جو کہا گیا کہ انسان اگرچہ ایک قطرۂ ناچیز ہے مگر یہی قطرہ اگر بحر عشق الٰہی میں غرق ہو تو بہت بڑی چیز ہے۔ اور یہ دریا کی مانند۔ اگر اس رمز کو پری نہ سمجھے تو نہ سمجھے۔ مگر آدمی نہ سمجھے تو بڑا افسوس ہے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

دم ڈھلاگے ہیں رشتۂ نفس کے	پھندے میں پھنسا ہے پیش وپس کے

بیاہ ہونا بکاولی کا تاج الملوک کے ساتھ اور رہنا ارم میں

شادی کے لئے بے کلک شنجرف
انگشت قبول دیدۂ حرف
حسن آرا تھی جو نیک تدبیر
دکھلائی جمیلہ کو وہ تصویر
پہچان کے خال و خط سے انداز
وہ چپ جو رہی تو یہ سخن ساز
بولی کہو کیوں کہا کہ مانا
پر کھوئے ہوئے کا کیا ٹھکانا
وہ بولی کہ اس سے تجھ کو کیا ہے
ہم نے تو سمجھ کے کچھ کیا ہے
ٹھہری یہ غرض کہ آ جکی رات
فیروز شہ آگے چھیڑیے بات
جب سونے کو وہ محل میں آیا
افسانۂ عشق اُسے سُنایا
یا داُس نے کیا بکاولی کو
لے آئے اُڑا کے اُس پری کو
تصویر بشر دکھائی اس کو
شادی کی خبر سُنائی اُن کو
دیکھا تو نہ فرق تھا سرمو
جا چکے خط و خال و چشم و ابرو
نقشے سے وہی نگار پایا
قسمت کا لکھا سا آگے آیا
کہنے لگی دل میں یا الٰہی
شر ہو نہ کہیں یہ خیر خواہی

ل یعنی قلم شنجرف دیدۂ حرف کے واسطے انگشت قبول بنا ہوا ہے۔ چونکہ اس داستان میں بکاولی کی اس کی تجویز شادی کو قبول کرنے کا ذکر ہے اس واسطے ایسا لکھا۔ بسر و چشم قبول کرنا ایک محاورۂ قدیم ہے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

پیارے سے نہ ہو خلافِ وعدا
کیا سوچتی ہوں نصیبِ اعدا

دیکھا تو وہ بھیدی حسن آرا
کرتی تھی اسی کے رُخ نظارا

روح افزا کا جو آگیا دھیان
تسکیں ہوئی آئی جان میں جان

جانا کہ بہار فصل سے ہے
یہ نقل مطابق اصل سے ہے

اقرار میں تھی جو بے حیائی
شرمائی لجائی مسکرائی

حسن آرا نے کہا مبارک
ایجاب اُس نے کیا مبارک

سج دھج یہ بنی اُدھر بنائے
بن ٹھن کے بنا اُدھر سے آئے

سیارہ شناس کو بلایا
ساعت ٹھہرائی دن دکھایا

شادی کی خبر سے خوش خوش آئی
مشتاق کو خوش خبر سنائی

راتوں کو جو گنتے تھے ستارے
دن گننے لگے خوشی کے مارے

واں مہندی نے چومے پائے خورشید
یاں سبز ہوا نہالِ اُمید

وہ واں یہ گلاب سے نہائی
یاں تازگی آبرو نے پائی

واں غازے سے رُخ شفق میں خورشید
یاں جم گیا منہ پہ رنگ اُمید

افشاں ہوئی واں ستارہ افشاں
یاں جنیغہ[۵] سے روشنی دو چنداں

واں مانگ سے رنگِ کہکشاں ماند
یاں شملہ سرے ہالے میں چاند

واں زلف نے کھائے پیچ پر پیچ
طرہ کلغی پہ یاں تھا سر پیچ

آنچل ہوئے واں نقابِ عارض
سہرا ہوا یاں حجابِ عارض

۵ جنیغہ۔ کلغی ۱۲ عبدالباری آسی۔

Marfat.com

زیبا ہوا واں بدن پہ گہنا
یاں جامۂ وفا کا اُس نے پہنا

محرم کے کسے گئے اُدھر بند
ہمت کا بندھا اِدھر کمر بند

واں گل سے بہار بوستاں تھی
آرائش تخت گل یہاں تھی

الماس کے واں تھے جھاڑ فانوس
یاں جلوہ فروش تخت طاؤس

مہتاب سے چاندنی کا واں فرش
یاں چرخی[1] سے چرخ میں سر عرش

واں جلوے حنائی انگلیوں کے
یاں روشنی کے تھے پنج شاخے

بادل سے وہ واں گرج رہے تھے
یاں دھوم سے باجے بج رہے تھے

واں پریوں میں ذکر آدمی زاد
نوشہ کے جلو میں یاں پریزاد

گلگوں تھا کسی کا بادرفتار
گلرنگ کسی کا تھا ہوا دار

ہاتھی تھے تو مستیوں کی دُھت تھی
گھوڑے تھے تو چابکی کی لت تھی

وہ ماہ کہ تھا سوار شبدیز
تھا پا بہ رکاب شوق مہمیز

در تک جو برات اُدھر سے آئی
کی سب نے اِدھر سے پیشوائی

فیروز و مظفر ایسے دو شاہ
پر نور تھے جیسے مہر اور ماہ

باران گلاب و بارش گل
ہو کر بڑھے آگے با تجمل

سلطان فیروز رتبہ جم تھا
نوشہ مسند پہ جم کے بیٹھا

ہر پائے بنے کا شور و غل تھا
سنبل کا چنور تو چتر گل تھا

گل سے خوانوں میں زردہ لایا
اُن غنچہ دہانوں کو کھلایا

خورشید سا آفتابہ لائے
منہ ہاتھ ہر ایک کے دھلائے

قلیان پیئے مشکبو دھواں دھار
بیڑے چکھے پان کے مزیدار

[1] چرخی ایک آتشبازی کا نام ہے یعنے چرخی کو دیکھ کر عرش کا سر چکرا رہا تھا ۱۲ عبد الباری۔

Marfat.com

جب عقد کے اُنکی ساعت آئی — دو رشتوں میں اک گرہ لگائی

یکجا کیے وہ عروس و داماد — وہ جان پری یہ آدمی زاد

حیرتؔ[۱] نے آئینہ دکھایا — شربت دیدار نے پلایا

زلفیں ہوئیں چہرے کی بلا چیں — ٹونا وہ نگاہیں سحر آگیں

جو چہرۂ آتشیں پہ تل تھا — اسپند[۲] نگاہ بد بدل تھا

جوڑی جو ملی بنے بنی کی — سنگت ہوئی راگ راگنی کی

جو گائنیں تھیں سہانے[۳] گائیں — لیتے ہوئے نیگ راگ لائیں

حق پاکے جو رکھتی تھیں قدامت — بول اٹھیں مبارک و سلامت

پیارا تھا بنے بنی کا جوڑا — خلوت میں دولہا دلہن کو چھوڑا

پریاں کہ ہزار با بھری تھیں — ارمان سے سب وہاں سے نکلیں

بے پردگی ہوتی تھی جو اُن میں — دروازوں نے بند کرلی آنکھیں

طومار حجاب کو کیا طے — ساغر پہ جھکا وہ شیشۂ مے

مستانہ ملا دلہن سے نوشاہ — صحبت ہوئی دخت رز سے دلخواہ

مست آنکھیں تھیں رشک جام سرشار — لبریز ہوئی شراب دیدار

گردن بھی صراحی مے ناب — ہاتھ آئی وہ بہر مستی خواب

۱؎ حیرت نے آئینہ دکھانے کی رسم ادا کی جیسا کہ دلہن کا منھ آئینے میں دولہا کو دکھایا جاتا ہے اور اس رسم کو شاہ جلوہ کہتے ہیں یہ رسم رخصت کے روز دلہن کے یہاں ادا ہوتی اور اسی کو آرسی مصحف دکھانا کہتے ہیں۔ اسی طرح نکاح کے وقت حاضرین بارات کو شربت بھی پلاتے ہیں ۱۲ ۲؎ اسپند کالا دانہ جو دفع نظر بد کے لے جلاتے ہیں ۱۲ ۳؎ ایک قسم کا شادی کا گیت ۱۲ آسی

Marfat.com

جب اوڑھی عروس مہ نے چادر
ثابت جو شب کو تھے ستارے
تھے دولھا دولھن سحر گاہ
منہ گھر کو براتیوں نے موڑا
وہ حوضِ گلاب میں نہایا
واں جوڑا چست ڈھنگ بدلا
وہ راگ کا دیکھنے لگا رنگ

نکلا پردے سے مہرِ خاور
خورشید نکلتے ہی سدھارے
نکلے آرام گہ سے دلشاد
محفوظ دولھا دولھن کو چھوڑا
یاں رُخ پہ عرق گلاب پایا
یاں جوڑے کے منہ کا رنگ بدلا
یاں پردے میں چھیڑ تھی خوش آہنگ

رخصت ہونا تاج الملوک کا بکاولی کو لیکر اور آنا گلشن نگارین میں

غربت سے جواب سر وطن ہے
شادی ہو کر وہ خانہ آباد
غربت میں وطن کی دُھن سمائی
خلوت میں ہوا پری سے گویا
پانی تہ خاک کو رواں ہے
عزم سفر وطن سمجھ کر
چلیے گا تو ساتھ ہیں بلا عذر
ہاتھ اُسکا پکڑ کے باہر آئی

کلک دو زباں یہ حرف زن ہے
سوچا کہ بنا ہیں خانہ داماد[1]
اُس فیل کو یاد ہند آئی
دنیا میں ہیں سب وطن کے جویا
لو شعلہ کی سوئے آسماں ہے
بولی وہ بکاولی کہ بہتر
رہیئے گا تو بندگی میں کیا عذر
ماں باپ کے پاس دختر آئی

[1] خانہ داماد - گھر داماد - جو سسرال ہی میں رہے ۱۲ آسی

Marfat.com

ہوتے ہی دوچار خویش و دختر
دو سے ہوئے چار اس جگہ پر

وہ تینوں تھے قوم کے پریزاد
جو تھا اُن میں یہ آدمی زاد

چومی اس نے زمین خدمت
غربت سے وطن کی چاہی رخصت

فیروز شہ و جمیلہ بانو
دونوں ہوئے سُن کے سر بزانو

غوطے[1] میں جو آگئے وہ یکسر
بولی ماں باپ سے وہ دختر

پردیسیوں سے جو کی ہے نسبت
اب کیجے ہنسی خوشی سے رخصت

دعوے نہیں کچھ دیئے ہوئے پر
قائم رہیے کئے ہوئے پر

لازم جو ہوا اُس میں کد نہ کیجے
سائل کا سوال رد نہ کیجے

بولی وہ کہ بخت تھا زبردست
خورشید کو ذرے نے کیا پست

انساں سے جھکی پری کی گردن
کانٹے سے رکا ہوا کا دامن

یہ کہہ کے منگائے دو ہوادار
سو دیو بلائے بادرفتار

ہو کر دیووں کے زینت دوش
رخصت وہ اُدھر ہوا ادھر ہوش

اشکوں سے شگون لیا نرالا
آئینۂ[2] رخ پہ پانی ڈالا

سونیا مختار کو جو مجبور
گھر پاس تھا اور وہ منزلوں دور

آئے تو وہ باغ سحر بنیاد
تھا آب و ہوائے خوش سے آباد

خیل و خدم اسکے منتظر تھے
مانند حواس منتشر تھے

پہچان کے سب نے غل مچایا
آیا تاج الملوک آیا

[1] غوطے میں آجانا۔ متحیر اور پریشان ہوجانا ۱۲ [2] کسی کو رخصت کرتے وقت شگون نیک سمجھ کر آئینے پر پانی ڈالتے ہیں ۱۲ آسی۔

Marfat.com

داخل جو ہوئے محل کے اندر
محمودا لپکی دوڑی دلبر

پوچھا خوش خوش کہا کہ دم لو
دیکھو یہ کون ہیں قدم لو

دلبر یہ وہی بکاولی ہے
محمودا دیکھ کیا پری ہے

سبحان اللہ کہہ کے دلبر
بولی کہ یہ گھر ہوا منوّر

محمودا نے کہا مبارک
خوشنودیٔ آشنا مبارک

ان مختصروں نے جب دیا طول
بولی وہ بکاولی کہ معقول

یہ سمجھو تو کچھ نہیں ہے تکرار
خوش پوش ہر ایک جوڑے و چار

درجے درجے رہیں ڈیوڑھیں
ہمخانہ و ہمدم و ہم آغوش

طلب ہونا بکاولی کا راجہ اندر کی محفل میں اور آگاہ ہو کر ہمراہ جانا تاج الملوک کا

تقدیر سے ہیں جو شادی و رنج
اب یوں نئے خامہ بے نوا سنج

از بس کہ یہ چرخ فتنہ انگیز
ہے خرمن عیش پر شرر ریز

یکچند وہ مہ تھی کاہشوں میں
گذری اک عمر خواہشوں میں

تقدیر سے جب مراد پائی
راجہ اندر کو یاد آئی

اندراسن امر نگر ہے شہر ایک
خلقت ہے وہاں کی زندہ دل نیک

اندر ہے بادشاہ اُسکا
آسن ہے تخت گاہ اُسکا

مصئون وہ قضا سے اسقدر ہے
اس بستی کا نام امر نگر ہے

یزدانیوں کا ہے مسکن اُسمیں
روحانیوں کا نشیمن اُس میں

Marfat.com

کہتے ہیں مورخانِ ہندی
راجہ کہ کمال پارسا ہے
خالق نے دیا ہے فوق اسکو
انساں کا سرود رقص کیا ہے
باری باری سے جو پری ہو
لیکن جو بکاؤلی دل افگار
اک شب راجہ تھا محفل آرا
پوچھا پریوں سے کچھ خبر ہے
منھ پھیر کے ایک مسکرائی
چتون کو ملا کے رہ گئی ایک
بولا وہ کہ چپ ہو کیوں سبب کیا
ناتا پریوں سے اُسنے توڑا
وہ سُن کے خفا ہوا کہا جاؤ
پریاں اُڑیں اوپر اوپر آئیں
دیکھا تو وہ دونوں کرتے تھے خواب
ہم بسترِ آدمی پری تھی

آباد ہوا پہ ہے وہ بستی
مقبول جناب کبریا ہے
نغمے سے ہے ذوق شوق اُسکو
پریوں کا ناچ دیکھتا ہے
راجہ اندر کی مجرئی ہے
باری پہ پہونچ سکی نہ بیمار
یاد آئی بکاؤلی دل آرا
شہزادی بکاؤلی کدھر ہے
آنکھ ایک نے ایک کو دکھائی
ہونٹوں کو بلا کے رہ گئی ایک
بولیں وہ کہ کہیے بے ادب کیا
رشتہ اک آدمی سے جوڑا
جس طرح سے بیٹھی ہو اُٹھا لاؤ
مہتابی[1] پہ مثل ابر چھائیں
گل تکیے[2] تھے آفتاب و مہتاب
سایہ کے بغل میں چاندنی تھی

[1] مہتابی۔ ایک مخصوص جگہ جو چبوترے کی سی شکل میں چھت یا حوض کے کنارے پر چاندنی کی سیر کے لئے عالیشان مکانوں یا باغوں وغیرہ میں بنا دیتے ہیں ۱۲ [2] گل تکیہ۔ وہ تکیہ جو رخسار کے نیچے رکھتے ہیں ۱۲ آسی۔

Marfat.com

غافل جو مؤکلوں نے پایا / اُس نقشِ مراد کو جگایا
جاگی تو سب اُسکے جوڑ کی تھیں / اندر کے اکھاڑے کی پری تھیں
بولیں کہ طلب کیا ہے چلیے / جوڑا یہ خراب ہے بدلیے
اُٹھی اُسے جی کی طرح چھوڑا / بدلا مانندِ رنگ جوڑا
ساتھ اُن کے دو تا بہ محفل آئی / لرزاں لرزاں مقابل آئی
راجہ نے نگاہ کی غضب سے / پوچھا کہ یہ بے حیائی کب سے
بو آتی ہے آدمی کی لیجاؤ / ناپاک ہے آگ اسے دکھلاؤ
شعلہ سا پری کا جسم کانپا / منھ دامنِ اشک تر سے ڈھانپا
پریوں نے کشاں کشاں نکالا / صندل آتشکدے میں ڈالا
کافور سی جل اُٹھی سراپا / ٹھنڈی ہوئیں تھا جنھیں جلاپا
جو آتشِ گل نہ لے چمن سے / جھونکا اُسے آگ میں جلن سے
جس رُخ پہ تھی کاکلِ معنبر / تھا چشم زدن میں دود اخگر
جس جسم پہ تھی نفیس پوشاک / شعلے کے سوا نہ کچھ تھا خاشاک
عیسیٰ نفس ایک خضر آئی / چھینٹے سے جلی ہوئی جلائی
شعلہ سے زیادہ پاک داماں / آ کر ہوئی انجمن میں رقصاں
ناچی گائی غریب ناچار / اغیار رادا سے کر لیے یار
برخاست کا وقت صبحدم تھا / راجہ وہ کہ صاحبِ کرم تھا
بولا جا یوں ہی آئیو روز / جل بجھ کے سدا سنائیو سوز
رخصت پاتے ہی وہ ہوائی / پریاں پریاں ہوا سی آئی

Marfat.com

پشواز کنارِ حوض اتاری — شب کی پوشاک پہنی ساری
بیتاب آرام گہ تک آئی — ہمخواب کی آنکھ بند پائی
یوں سیج پہ آکے سوئی بیتاب — جس شکل سے آئے آنکھ میں خواب
وہ آہوئے مست خواب خرگوش — یعنی تاج الملوک بیہوش
اُس شب کو بغل میں آکے جاگا — پر دوسری شب وہ جاگے جاگا
دیکھا تو وہ متصل نہیں ہے — پہلو میں جگر کے دل نہیں ہے
حاجت کے گماں سے جب ہوئی دیر — جھنجھلا کے پلنگ سے اُٹھا شیر
دائیں دیکھا نظر نہ آئی — بائیں دیکھا کہیں نہ پائی
عورت تھی گمانِ بد سے کھٹکا — جانا کہیں دل کسی سے اٹکا
اژدر نظر آیا در کا سایہ — سمجھا وہ پلنگ چار پایہ
آنکھوں میں جو چھا گیا اندھیرا — بل مارتے ہو گیا سویرا
جاگا تو پری بغل میں پائی — وہ نقشِ وفا عمل میں پائی
دانستہ خبر ہوا نہ بیتاب — گویا کہ وہ شب کا حال تھا خواب
جب مہرِ فلک گیا لبِ بام — مہتابی پہ آیا مہ سرِ شام
معمول سے بزم میں ہوئے جمع — مینا و کباب و مجمر و شمع
جام اُس نے بھرا کہا پیالے — دل اسکا بھرا تھا جام کیا لے
ٹھانی تھی کہ آج رہ کے بیدار — دیکھوں جاتی کہاں ہے عیار
بولا کہ ہیں دردِ سر کے کچھ طور — میں آج نہ ہونگا شاملِ دور
ہٹ اُسنے جو کی تو ہاتھ مارا — شیشہ ہوا چور چور سارا

Marfat.com

ہوتی ہے جو نوکِ شیشہ نشتر
چرکے لگے اُس کے انگلیوں پر

بیداریِ شب کی گھات پائی
حکمت سرِ دست ہاتھ آئی

کف میں نمکیں کباب لے کر
چھڑکا نمک اُن جراحتوں پر

بند آنکھیں کئے ہوئے شکرلب
بیدار رہا تو آخرِ شب

پریوں نے ہوا سے تخت اُتارا
ثابت ہوا ٹوٹتا ستارہ

سوتا اسے جانکر اُٹھی وہ
پوشاک بدلنے کو گئی وہ

اُس تخت کا یہ پکڑ کے پایہ
پوشیدہ ہوا برنگ سایہ

بن ٹھن کے جب آئی رشکِ ناہید
ذرہ ہوا ہمرکابِ خورشید

جاتے ہی زمیں سے آسماں پر
پہونچی اُس بزم میں سماں پر

لوگوں سے بھرا وہ دائرہ تھا
پُرصوت و صدا وہ دائرہ تھا

ٹھکیے پہ پہونچ کے تخت ٹھہرا
مرکز پہ وہ نجم بخت ٹھہرا

آتشکدہ پریوں نے بنا کر
پھینکا اُسے پھول سا اُٹھا کر

شہزادہ کہ زیرِ تخت زرکار
تھا پہلوئے گل میں صورتِ خار

فریاد نہ کرنے پایا مضطر
تاباں ہوئی راکھ میں سے اخگر

راجہ جس رُخ تھا محفل آرا
دل لینے اُدھر چلی دل آرا

ہمراہ چلا وہ چھوڑ پایہ
آگے تھی پری تو پیچھے سایہ

محفل میں جو آئی شمعِ محفل
پروانوں کا ہاتھ سے گیا دل

جوگانی تھیں بیٹھیں مثلِ آواز
مجرے کو اُٹھی وہ صورتِ ناز

وہ ناچنے کیا کھڑی ہوئی تھی
خود راگنی آ کھڑی ہوئی تھی

Marfat.com

رقص اسکا اگرچہ خوشنما تھا — سنگت کا پکھاوجی تھکا تھا
شہزادے نے دیکھ دائیں بائیں — لیں طبلہ نواز کی بلائیں
آہستہ کہا کہو تو آؤں — فرماؤ تو بندگی بجاؤں
اُس نے جو پکھاوج اسکو دیدی — کیفیت اتفاق نے دی
تھا سم پہ یہ اس پری کا نقشہ — سب آنکھ ملا کے کہتے تھے آ
محظوظ کیا جو سب کو یکبار — بخشا راجہ نے نولکھا ہار
انداز سے اس نے لیکے مالا — کاندھے پہ پکھاوجی کے ڈالا
برخاست کا تھا وہ رخصتی بار — برہم ہوئی بزم اُٹھے سب اکبار
لے ہار وہ شاہزادہ فی الفور — پنہاں ہو زیر تخت اُسی طور
بادسحری چلی جو سن سے — وہ شمع سدھاری انجمن سے
خورشید سے پہلے اُڑ کر آئی — تاروں کی چھاؤں میں گھر آئی
وہ حوض کے رخ چلی اُتر کر — یہ آنکھ بچا کے سوئے بستر
وہ آئی تو غافل اسکو پایا — آغوش میں آ گلے لگایا
جب پردہ صبح ہو گیا فاش — خنداں خنداں اُٹھا وہ بشاش
اس غنچہ دہن کا مسکرانا — بیرنگ بکاولی نے جانا
ہنستے ہنستے کہا ہنسے کیوں — ہنستا نہیں بے سبب کوئی یوں
بولا وہ کہ خواب دیکھتا تھا — آتش پہ کباب دیکھتا تھا
بولی وہ کہ ہم بتائیں تعبیر — دلسوزی کریگا کوئی دلگیر
بولا وہ کہ رات کو اُفق میں — خورشید تھا آتش شفق میں

Marfat.com

بولی وہ کہ مہر سے شب و روز — عالم میں رہو گے رونق افروز

بولا وہ کہ اک مقام ہو تھا — گلزار خلیل رو برو تھا

بولی کہ بشر ہو تم دلاور — سر سبز ہو قوم آتشی پر

بولا وہ دیکھی اک شبستاں[ا] — شعلہ ہوا انجمن میں رقصاں

بولی کہ وہ شعلہ میں پری ہوں — جو ناچ نچاؤں ناچتی ہوں

بولا وہ کہ جب ہوا اجالا — بخشا مہ انجمن نے ہالا

ہالہ مہ انجمن کا کیا تھا — وہ ہار تھا جو گلے پڑا تھا

گھبرائی پری کہ ہیں یہ کیا ہے — بولا وہ کہ ہار نولکھا ہے

کاندھے پہ تھا جسکے رات ڈالا — پہچانتی ہو وہ طبلے والا

کیوں جی یہ اکیلے شب کو جانا — اور پر اور پر مزے اڑانا

یہ سن کے پری وہ سوختہ تن — بولی کہ سن اے صلاح دشمن

میں جاکے جلی تو غم نہیں ہائے — ڈر ہے کہ نہ تجھ پہ آنچ آجائے

میرے جلنے پہ خاک ڈالو — تم نام نہ واں کے چلنے کا لو

افروختہ آتش حسد ہے — جلنا یہ سپند چشم بد ہے

بولا وہ کہ یہ نہ ہوگا مجھ سے — میں دو قدم آگے ہونگا تجھ سے

سمجھاتی رہی اسے وہ دانا — لیکن اس نے کہا نہ مانا

لہ شبستاں اب مذکر ہے اور اس قسم کے جملہ الفاظ جن میں ستاں علامت کثرت کے لئے لگایا گیا ہو بتذکیر زبان پر آتے ہیں۔ جیسے گورستان۔ گلستان۔ کفرستان۔ بوستان نخلستان وغیرہ ۱۲ آسی۔

Marfat.com

عازم ہوا شب کو آتے ہی تخت
یا قسمت یا نصیب یا بخت

واں جاکے وہ سوچی اسکو بے لاگ
لے چلیے تو راجہ لائے گی راگ

سنگت کا بچھا وچھی بنا کے
گائی یہ غزل مقام پا کے

غزل

ساقی قدح شراب دیدے
مہتاب میں آفتاب دیدے

ساقی باقی جو کچھ ہو دے لے
باقی ساقی شراب دیدے

اُس بت سے نہیں سوال کچھ اور
اپنے منھ سے جواب دیدے

لیلے میں نے تجھے بنایا
مجنوں مجھ کو خطاب دیدے

اس گل سے نسیم رنگین مانگ
جو چاہے وہ بیحساب دیدے

نصف پتھر ہو جانا بکاولی کا راجہ اندر کی بد دعا سے اور بت خانے میں رہ کر ملنا تاج الملوک سے اور کھدنا بت خانے کا رانی چتراوت کے حکم سے

مے اب جو بیان سنگساری
یوں پائے قلم ہوا ہے بھاری

خوش لہجہ بہت بکاولی تھی
گاتی[1] اور ناچتی بڑی تھی

[1] گاتی اور ناچتی کے بجاے بعض نسخوں میں گانی اور ناچنی ہے۔ لیکن وہ صحیح نہیں۔ اسلئے کہ گانی گانے والی کے معنی میں اور ناچنی ناچنے والی کے معنی میں کہیں مستعمل نہیں بلکہ بجائے ان کے۔ گائن۔ اور نچنی مستعمل ہیں ۱۲ آسی۔

Marfat.com

راجہ نے کہا کہ خوش ہوں تجھ سے جو چاہے آج مانگ مجھ سے
دکھلادے اُسی پکھاوجی کو مانگا کہ یہ دو بکاولی کو
ارماں یہی ہوس یہی ہے خاطر کی مراد بس یہی ہے
مانگا جو بشر پری نے بیباک راجہ اندر ہوا غضبناک
بولا کہ اس آدمی کی یہ تاب لے چشمۂ آفتاب سے آب
کھویا تجھے تیری آرزو نے جا تیری سزا یہ ہے کہ تو نے
کی ہے حرکت خلاف آئیں پتھر کا ہو نصف جسم پائیں
اس سختی سے کچھ دنوں رہے تو بعد اس کے خاک میں ملے تو
قالب ترا انقلاب پائے جامے میں تو آدمی کے آئے
بارہ برس اس طرح گذر کر پھر تجھ کو ملے پری کا پیکر
اُس وقت جہاں تو چاہے جائے تو اُسکو ملے وہ تجھ کو پائے
روئی وہ بکاولی یہ سُن کے تڑپا شاہزادہ سر کو دھن کے
خواہش جو بلائے جاں ہوئی وُہ ہلکا ہوا یہ گراں ہوئی وہ
ناری تھی پری ہوا بتائی خاکی تھا بشر زمیں جھنکائی
سایہ سا زمیں پہ جب گرا وہ اُفتاد کو سوچنے لگا وہ
سبزے کی دھوپ چھاؤں مخمل صحرا میں بچھی تھی سو گیا شل
چشمہ اک آفتاب سا تھا عاشق کی طرح بھرا ہوا تھا
پریاں کچھ اُدھر نہانے آئیں دیکھا وہ بشر تو کھلکھلائیں
بولیں یہ وہی پکھاوجی ہے عاشق جس پر بکاولی ہے

Marfat.com

وہ چونک کے بول اٹھا کہ اللہ
بتلاؤ کہاں ہے وہ کہا آہ

اندر کے غضب سے ہو کے تھر
ہے بت سی وہ ایک مٹھ کے اندر

پوچھا کہ کہاں کہا بہت دور
بولا وہ پھر کہا کہ مجبور

یہ کہہ کے اتاری سب نے پوشاک
باہر ہوئیں جامے سے وہ بیباک

پردے کا خیال کچھ جو آیا
تن چادر آب سے چھپایا

بے ننگ یہ سب نہا رہی تھیں
موجیں[۱] باہم اڑا رہی تھیں

سوچا وہ کہ ان کو دیجیے جل
خس پوش کیے وہ جامۂ گل

جب خوب وہ شعلہ رو نہائیں
باہر بصد آب و تاب آئیں

پوشاک دھری ہوئی نہ پائی
جانا کہ حریف نے اڑائی

جھک جھک کے بدن چراتی آئیں
رک رک کے قدم بڑھاتی آئیں

دکھلائی کسی نے چشم جادو
چمکائی کسی نے تیغ ابرو

جھنجھلا کے کہا کہ لاؤ مانو
ہم کو بھی بکاولی نہ جانو

بولا وہ چہ خوش تم ایسی کیا ہو
ڈرنے کا نہیں میں کیا بلا ہو

پوشاک جو لینی ہو تو پہنچاؤ
بولیں وہ چاؤ کہا قسم کھاؤ

عریانی کے ننگ سے لجائیں
تاروں کی قسمیں سب نے کھائیں

شہزادے نے کر کے پاس ان کا
خلعت سا دیا لباس ان کا

پریاں ہوئیں رخت سج کے خرسند
ہو جیسے ہوا حباب میں بند

شانے پہ چڑھا کے مثل گیسو
اس گل کو اڑایا صورت بو

۱؎ باہم موجیں اڑانا۔ مل جل کر عیش کرنا۔ یہاں اس محاورہ کا لانا لطف سے خالی نہیں ہے ۱۲ آسی

Marfat.com

واقف اس بُتکدے سے تھیں وہ
وہ جائے بکاؤلی بتائی
بت خانے میں تھا طلسم کا در
عقدہ کھلا شام ہو کر اُسکا
دیکھا تو وہ بت تھی مٹھ کے اندر
تھا ناف سے لے کے تا بہ پا سنگ
چومے جو قدم اُس آدمی نے
نرمی سے کہا بخیر گذری
ہم پر تو پڑے وہاں یہ پتھر
گر پڑ کے زمیں پہ مثل شبنم
جذبہ تم پاس کھینچ لایا
تا آخر شب فسانے کہہ کر
یہ در مانند چشم بے خواب
پیش از دم صبح تم نکل جاؤ
مصرف کو جو ہو ضرورت زر
کانوں میں سے موتی کچھ نکالے
صدقے وہ بشر ہوا پری کے
پانوں اُس کے چھوئے تو یخ پائے
نکلا جیسے ہی مٹھ کے باہر

سنگدیپ اسکو لے گئیں وہ
دیوانے کو باؤلی بتائی
ششدر رہا چار سمت پھر کر
شق مثل قمر ہوا در اُس کا
جسم آدھا پری تھا آدھا پتھر
تھا کوہ سریں کے آگے پاسنگ
سینے سے لگا لیا پری نے
کس سختی سے تم بخیر گذری
تم کیونکر بچے کہا مقدر
پھر پریوں کی مہر سے اُٹھے ہم
سختی اب دور ہو خدایا
بولی وہ پری کہ لے دلاور
ہوتا ہے سحر کو بند بے تاب
کل پھر سرِ شام خیر سے آؤ
زیور مرا مجھ سے لو یہ کہکر
دامن پہ مثال اشک ڈالے
قدموں پہ گرا بکاؤلی کے
آنسو چھوڑے گہر اُٹھائے
پتھرا گئی چشم حلقۂ در

Marfat.com

آنکھوں سے وہ دیکھتا ہوا قہر — آگے کو بڑھا چلا سوئے شہر

بازار میں جاکے بیچے گوہر — مفلس سے ہوا وہ صاحب زر

گھوڑا جوڑا نفر حویلی — جو جو شئے چاہئے تھی لیلی

جب منزل شب میں رہرو روز — لے گوہر شبنم آیا پر سوز

گنبد گردوں کا تھا جو بے در — تاباں ہوئے اس میں ماہ و اختر

سیاروں[1] سے کرکے استخارا — اُس برج کے رُخ وہ مہ سدھارا

دیکھا تو درِ قبول وا تھا — رگڑا اُنھیں ایڑیوں پہ ماتھا

شب سایۂ زلف میں بسر کی — لی صبح کے ہوتے راہ گھر کی

تقدیر نے راستا بھلایا — راجہ کے محل کی جانب آیا

چتراوت اُس کی ماہ پارہ — غرفہ میں سے کرتی تھی نظارہ

دیکھا تو جوان تھا یہ تصویر — صورت پہ فدا ہوئی وہ بے پیر

یاں پردۂ در نظر سے گذرا — واں تیر نظر جگر سے گذرا

دستور تھا جسکو بیٹی چاہے — باپ اُسکا اُسی کے ساتھ بیاہے

راجہ سے یہ خوش خبر بیاں کی — مشاطۂ خوش ادا رواں کی

شادی کی خبر سے وہ یکایک — خوش خوش آئی کہا مبارک

اس شہر کا چتر سین راجا — دختر رکھتا ہے ماہ سیما

ہر ملک کے شہریار آئے — ہر شہر کے تاجدار آئے

[1] یعنی ستاروں کا نکلنا ایک فال نیک سمجھا ۔ استخارہ اہل تسنن تسبیح پر کیا جاتا ہے ۔ دانوں سے ستاروں کو تشبیہ دی جاسکتی ہے ۱۲ آسی ۔

Marfat.com

راضی تجھ سے ہوئی وہ بے پیر
طالع قسمت نصیب تقدیر

بیجاں وہ ہوا کہا کہ جا جا
کیسی رانی کہاں کا راجا

دکھلا نہ مجھے ہرے ہرے باغ
غنچہ کی گرہ میں کیا ہے جز داغ

الفت میں ہے آبرو گنوانی
کب چشمۂ مہر میں ہے پانی

مکار تو مجھ سے کرتی ہے زور
دُر ہو مرے سامنے سے چل دُور

ہٹ دیکھ کے اسکی ہٹ گئی وہ
قسمت کی طرح پلٹ گئی وہ

پایا جو جواب منتظر نے
آنکھوں میں لگا خیال پھرنے

تقدیر کی بات ہونیوالی
زر سے ہوا اسکا ہاتھ خالی

من سانپ کا زان سے نکالا
بازار آیا وہ سروِ بالا

کیا جوہری مول کرتے اُسکا
راجہ تک رفتہ رفتہ پہونچا

جو مدعیوں کا مدعا تھا
موقع جو ملا تو کیا بُرا تھا

جھنجھلا کے ڈرا کے غل مچا کے
سمجھا کے دبا کے دست پا کے

من چھین کے چوری کے بہانے
بھیجا کھلے بندوں قید خانے

زنداں میں وہ نیم جان و بسمل
زنجیریں پاؤں زلف میں دل

غم کھا کے لہو کے گھونٹ پینا
دم کے دھاگوں سے ہونٹ سینا

داروغۂ محبس جفا نے
رانی سے کہا کسی بہانے

یوسف کی خبر لے اوزلیخا
زنداں میں ہے وہ عزیز مرتا

اس چاہ میں کام ہو نہ جائے
یہ ماہ تمام ہو نہ جائے

دانا تھی وہ جیلخانے آئی
بگڑے ہوے کو منانے آئی

Marfat.com

دیکھا تو وہ سرنگوں تھا دلگیر — تھی حلقہ بحلقہ زلف و زنجیر
آنکھ اس سے نہ جب ملائی اُسنے — زنجیر اُسکی ہلائی اُس نے
پابند بلا وہ مبتلا تھا — کب اسکو خیال بندِ پا تھا
رانی نے جو بیدلی نگہ کی — بیڑی کٹوائی بے گنہ کی
قدموں پہ گری کہا اُٹھو آؤ — انکار و گریز جانے دو آؤ
اُٹھا وہ پری کی آرزو میں — یہ سمجھی کہ پھانسا گفتگو میں
واں دھن کہ صنم سے کدخدا ہوں — یاں دھیان کہ بت کا پارسا ہوں
تجویز میں اپنے اپنے مفہوم — آئی تو محل میں مچ گئی دھوم
راجہ نے ستارہ داں بلایا — سعدین[۱] کا زائچہ ملایا
دن ڈھل کے وہ ماہ نو سرِ شام — غائب ہوا سیر کرکے کچھ گام
دروازے کا منھ کے دیدہ وا تھا — توبہ کا در کھلا ہوا تھا
آیا تو وہ کب سے تکتی تھی راہ — دیکھا تو کہا کہاں رہے واہ
دیکھے جو حنائی ہاتھ بے لاگ — تلووں سے پری کے لگ گئی آگ
پوچھا کہ بن آئی کس بنی کی — کس راہ کی زن نے رہزنی کی
توفیق یہاں تلک جو لاتی — منھدی پاؤں کی گھس نہ جاتی
قدموں سے لگا پسا ہوا وہ — منھدی کا جو رنگ تھا کہا دد
رانی کی وہ مہر و سرگرانی — راجہ کی وہ قہر حکم رانی
من بیچتے اپنا قید ہونا — داموں کے لئے و صید ہونا

[۱] سعدین - دو نیک ستارے ۱۲

Marfat.com

چتراوٹ کا وہ آپ آنا
شادی نہیں کچھ خوشی سے مانی
غم تھا کہ ترے قدم سے چھوٹا
پیاری یہ نہیں حنا کی چنگال
زنجیروں سے پاؤں ہے نکالا
کاٹے ڈسیں بال اگر چھوٹے ہوں
بگڑی وہ کہ چل بنا نہ باتیں
میری تجھے ایسی کیا لگی تھی
تنگ آیا تو دیکھ[1] قید خانا
پتھر کی اگر کہو تو میں ہوں
سہتی ہوں جہاں کی سختی سستی
اس تنگ قفس کو سمجھی ہوں باغ
قسمت سے مفر[2] ہے اب نہ مامن
کب جائیگی عقل مصلحت سنج
راضی ہیں خدا کی جو رضا ہو
وہ معتقد اُس کے پاؤں چھو کر
آیا تو وہ نوعروس زیبا

سب کہہ کے کہا خدا ہے دانا
بے تیرے تھی مرگ زندگانی
شادی کے بہانے غم سے چھوٹا
ہاتھ ایسے ملے کہ ہو گئے لال
زلفوں پہ نہیں یہ ہاتھ ڈالا
چھالے پڑیں گال اگر چھوے ہوں
مجھ سے کوئی سیکھے ایسی گھاتیں
تلووں سے ترے حنا لگی تھی
آسان نہیں کڑی اُٹھانا
فولاد جگر کہو تو میں ہوں
آسایش جاں نہ تندرستی
سنگینی گراں نہ جلنے کا داغ
پتھر کے تلے دبا ہے دامن
تم تو کرو شادی ہم کریں رنج
ہوتی ہے سحر چلو ہوا ہو
اُٹھا چھاتی پہ رکھ کے پتھر
بستر پہ تھی شکل نقش دیبا

[1] تو صرف قید خانہ کی سختی سے عاجز ہو گیا۔ مجھے دیکھ کہ کیا سختیاں اُٹھا رہی ہوں سختیاں سہنا کچھ آسان نہیں ۱۲ [2] مفر بھاگنے کی جگہ۔ مامن امن کی جگہ۔ پتھر کے تلے دامن دبنا۔ سے مراد کسی ناقابل برداشت اور سخت مصیبت میں مبتلا ہونا ۱۲ آسی -

Marfat.com

نیند آئی جو تھی بصد کدورت ‎ ‎ تھی چیں بجبیں شکن کی صورت
سوئی تو تھی انتظار میں وہ ‎ ‎ جاگی تو ملا کنار میں وہ
سوتے جو کٹی شبِ جوانی ‎ ‎ سو خفتہ نصیبی اپنی جانی
تھے صبح سے دونوں شام جویاں ‎ ‎ شب کو ہوئے داخل شبستاں
دونوں تھے تصوروں میں کامل ‎ ‎ خلوت خانہ تھا گوشۂ دل
دو آنکھوں کی طرح ایکجا تھے ‎ ‎ پر دل جو ملا نہ تھا جدا تھے
کروٹ لے کر وہ عنبریں مو ‎ ‎ اُٹھ چلنے کا سوچتا تھا پہلو
چپکی ہوئی پیٹھ سے وہ دلگیر ‎ ‎ آئینہ کی پشت پر تھی تصویر
حیرت چھائی تو کھو گئی وہ ‎ ‎ غفلت آئی تو سو گئی وہ
غافل اسے چھوڑ کر اُٹھا یہ ‎ ‎ لپکا تو پری کے رُخ گیا یہ
یہ جاگا ہوئی وہ فتنہ بیدار ‎ ‎ دیکھا تو تھا نہ یہ جا نہ دلدار
دوری نے جو صدے کی درازی ‎ ‎ جانا کہ کہیں ہے عشق بازی
اس رات کو چپکی ہو رہی وہ ‎ ‎ کل سمجھونگی کہہ کے سو رہی وہ
وقتِ سحر اسکو پا کے رانی ‎ ‎ ہمبستہ خواب سرگرانی
خلوت خانے سے باہر آئی ‎ ‎ دربانوں کے پاس در پر آئی
حکم ان کو دیا کہ شام کو آج ‎ ‎ جانا ہمراہ صاحبِ تاج
سایہ کی طرح سے ساتھ رہنا ‎ ‎ جو آنکھ سے دیکھنا وہ کہنا
جسوقت چلا پری کا مانوس ‎ ‎ سایہ سے پس قدم تھے جاسوس
وہ مٹھ وہ پری مقام دیکھا ‎ ‎ وہ برج وہ مہ تمام دیکھا

Marfat.com

اک آن میں رانی پاس آیا — کی عرض کہ لو سراغ پایا
صورت یہ ہے جو نگاہ کی ہے — اک مٹھ میں مورت اک پری ہے
آنکھوں سے اس انجمن کو دیکھا — یکجا بت و برہمن کو دیکھا
لعل و گہر ایک درج میں ہے — شمس و قمر ایک برج میں ہے
آنکھ اسکی یہ سنکے خوں میں ڈوبی — مریخ بنی وہ ماہ خوبی
یاں اسنے کہا وہ برج کھدواؤ — واں بولی بکاولی کہ لو جاؤ
یاں سے چلے لوگ واں سے وہ زار — لپکا یہ ادھر ادھر وہ خونخوار
توڑا وہ مٹھ حباب آسا — پھوڑا جلے دل کا آبلہ سا
شہزادے کے آگے بیجانے — انعام دیا کھلے خزانے
پاس اسکا ذرا نہیں کیا کچھ — اور اس سے کہا کہ لو سنا کچھ
بنیاد فساد کھود ڈالی — جاسوسوں نے کھود کر نکالی
غائب رہتے تھے روز و شب بھر — اب دیکھ لو جاکے خاک پتھر
سنتے ہی وہ بے قرار لپکا — دوڑا بے اختیار لپکا
دیکھا تو وہ ماہ رو نہ وہ برج — وہ لعل گراں بہا نہ وہ درج
شور اس نے کیا کہ کیا یہ شر ہے — آواز آئی کہ بے خبر ہے
بنیاد برافگنی کی بانی — ہے سوت مری تری زنانی
کھدوایا جب اس نے مٹھ بصد زور — رہنے کو ملا ہمیں مکاں اور
واں ٹھوکریں کھائی سخت تھیں سنگ — سنگست[1] بجائے خویشتن سنگ

[1] سنگ بجائے خویش سنگ بہت پتھر اپنی جگہ بھاری ہے۔ فارسی کا محاورہ یا ضرب المثل ہے ۱۲ آسی

Marfat.com

ہونا تھا یہی تو شکوہ کیا ہے
جا کچھ دنوں صبر کر خدا ہے

حیرت زدہ چپ خموش سنسان
ٹوٹا ہوا دل بندھا ہوا دھیان

آیا تو ہنسی وہ شوخ رانی
گویا ہوا وہ بخوش بیانی

تقدیر کو گل کھلانا تھا یوں
تو خار سے بیخ کن ہوئی کیوں

دوران کو تھا انقلاب منظور
مختار خدا ہے بندہ مجبور

اُس دن سے ہوا وہ اس سے مانوس
راتوں کو رہی وہ شمع فانوس

جب کام روا ہوئی وہ رانی
گذری بہزار کامرانی

پیدا ہونا بکاولی کا دہقان کے گھر میں اور جوان ہو کر ملنا تاج الملوک سے

نقطوں سے ہے اب قلم کا دہقاں
صفحے کی زمیں پہ دانہ افشاں

جب منھ کی رہی نہ بیخ و بنیاد
جیسے کہ ہو گرد باد برباد

دہقاں تھے نئے زمیں کے جویا
سرسوں کا کھیت انھوں نے بویا

جب چین سے کر چکے ترددؔ ۲؎
کھیتی کی ہوئی زمیں پہ راشد

دہقاں کی زوجہ کے کھلے بھاگ
کھانے لگی نوچ نوچ کے ساگ

کھاتے ہی حمل کا ڈھنگ پایا
سرسوں ۳؎ سا ہتیلی پہ جمایا

۱؎ یعنے تیرے دلمیں جو خار تھا تو نے یہ بیخ کنی کیوں کی ۱۲ ۲؎ تردد کرنا۔ کاشتکاری کرنا ۱۲ ۳؎ محاورہ ہتیلی پر سرسوں جمانا ہے۔ جلد سے جلد پھرتی سے کوئی کام کرنا ۱۲ آسی۔

Marfat.com

وہ بانجھ تھی جب حمل قبولی — سرسوں[۱] آنکھوں میں سب کے پھولی
ایام مقرری گذر کر — پیدا ہوئی اک حسینہ دختر
صورت میں پری جمال میں حور — فلفل سی وہ مہ تھی پیش کافور
مشہور ہوئی وہ ماہ پارہ — لوگ آنے لگے پئے نظارہ
وہ منتظر ظہور نیرنگ — یعنے تاج الملوک دل تنگ
چرچا سُن کر چلا کہ دیکھوں — دیکھا تو کھپا نظر میں افسوں
جانا کہ پری وہ سوختہ تن — سانچے میں سے ڈھلکے نکلی کندن
چہرے سے پری کا ڈھنگ پایا — اندر کا وہ قول یاد آیا
دہقاں سے کہا کہ سیم و زر لے — دولت صدقے یہ سیمبر دے
دہقاں نے کہا کہ میرے صاحب — یہ باتیں تمھیں نہیں مناسب
دختر جو پسند مہ لقا ہے — بکتی نہیں لعل بے بہا ہے
پھل سے نہیں پیڑ کو سروکار — جبتک کہ ہو کام کا نہیں بار
سمجھا وہ کہ میوہ ہے ابھی خام — عورت ہو جواں تو نکلے کچھ کام
یہ سوچ کے گھر پھرا وہ دلسوز — آیا کیا اسکو دیکھنے روز
دن دن اُسے ہو گیا قیامت — بوٹا سی بڑھی وہ سرو قامت
چلتی تو زمیں میں سرو گڑتے — باتیں کرتی تو پھول جھڑتے
خواہاں ہوئے ہم دگر اُسکے — دہقاں ہوئے خواستگار اُسکے
کہہ بے سرو برگی اپنی دہقاں — بولا کہ ہے رب کے ہاتھ ساماں

[۱] آنکھوں میں سرسوں پھولنا۔ محاورہ ہے۔ نہایت شاد و خرم اور خوش ہونا ۱۲ محشی

Marfat.com

شہزادے نے ایکدن پھر آکر — شادی کو کہا حیا اُٹھا کر
دہقاں نے کہا کہ یا شہنشاہ — تم کوہ وقار ہیں، پر کاہ
صحبت ہی برابری میں زیبا — نسبت ہے برادری میں زیبا
دہقان زادی وہ بے محابا — بول اُٹھی کس آن سے کہ بابا
خواہاں سے مرے نہ ہو تو ناخوش — ہے دختر رز نصیب مے کش
مطلب کو سمجھ کے گھر پھرا وہ — وقت آنے کا منتظر رہا وہ
یاں تو یہ حساب کرتا تھا سن — واں لوگ ارم کے گنتے تھے دن
گذرا بارے جو عہد سختی — آئے ایام نیک بختی
دختر وہ پکڑ کے باپ کا ہاتھ — پچھواڑے مکاں کے لے گئی ساتھ
واں تھا کسی وقت کا دفینہ — دکھلا کے کہا یہ لے خزینہ
کہنا نہ کسی سے میں پری ہوں — تو کیا جانے بکاولی ہوں
اک آدمی زاد کی بدولت — لائی ترے گھر ہے مجھ کو قسمت
ناگاہ سمن پری لیے تخت — وارد ہوئی اور کہا کہ لے بخت
رخت اُسنے سبج کے تخت اُڑایا — داماں نظر سے مُنھ چھپایا
چترادت کا محل جدھر تھا — سوتا جس رُخ وہ سیمبر تھا
واں جا کے ہوئی وہ نذر انگیں — پروانے کی اپنے شمع بالیں
بیدار کیا وہ ماہ پیکر — جاگا تو تھا آفتاب سر پر
اُٹھا جو وہ کہہ کے آؤ جانی — آواز سے چونک اُٹھی وہ رانی
مُنھ دیکھتے ہی بکاولی کا — سایہ اُسے ہو گیا پری کا

Marfat.com

بولی وہ بکاولی سیانی — ہے سوت مری یہی وہ رانی
بولا وہ کہ لونڈی ہے تمھاری — یہ کہہ کے اُسے کہا کہ پیاری
چھوٹی ہے مری تو ہاتھ اُنکے — چل آکے چلا ہیں ساتھ اُنکے
رانی نے کہا کہ گو یہ ہے غیر — میں تیری ہوں تو کسی کا ہو خیر
یہ بات بکاولی کو بھائی — شہزادے کے ساتھ اُسے بھی لائی
اُٹھتے ہی وہ تخت سحر آگئیں — کیا دُور تھا گلشن نگاریں
مدت کے بعد گھر میں آئے — کھوئے ہوئے جیسے سب نے پائے
فردوس کی بیسوا وہ دلبر — محمود وا دیوتی کی دختر
چتراوت چترسین کی جان — آرام ارم بکاولی جان
ان چاروں میں ایک مست بادہ — پورب کا وہ بادشاہزادہ
پانچوں سرِ پنجہ وفا تھے — یا خمسہ مطلع صفا تھے
ہوتے ہی حواس خمسہ[۱] مجموع — آمد ہوئی اقربا کی مسموع
فیروز شہ جمیلہ دانا — حسن آرا اور روح افزا
پورب کا وہ شاہ و شاہ بانو — اطراف سے مملکت کے ہیں تو
جو جو آیا بلا تکلف — اک قافلہ سے ملا وہ یوسف
سلطانوں کی قدردانیاں کیں — مہمانوں کی میزبانیاں کیں
چندے رہا جمعِ بد و نیک — رخصت ہوا رفتہ اک ایک

۱؎ حواس خمسہ سے مراد یہاں وہ پانچوں آدمی ہیں جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ ورنہ اصل مراد حواس خمسہ ظاہری سے ہے کہ شامہ۔ باصرہ۔ لامسہ۔ ذائقہ۔ سامعہ ہیں ۱۲ آسی۔

Marfat.com

روح افزا سے بکاولی کو
الفت تھی روکی دلی لگی کو

رکنا ہوا اس پری کا مشکل
یہ دل لگی اب لگائے گی دل

عاشق ہونا بہرام وزیر زادہ تاج الملوک کا روح افزا پری پر اور شادی ہونی بکاولی کی سعی سے اور کامیاب رہنا

جب ختم یہ داستان آئی
یوں شاخ قلم شگوفہ لائی

روح افزا کو بکاولی نے
روکا جو یہاں کئی مہینے

اک شب کو وہ زلف مہ رخاں تھی
یا آتش مہر کا دُخاں تھی

وہ مست مئے فسانہ گوئی
مہتابی پہ چاندنی سی سوئی

سلطاں کا وزیر زادہ بہرام
گلگشت چمن میں تھا گل اندام

نکلی دیکھی پری کی چوٹی
ناگن سی اُسکے دل پہ لوٹی

کھٹکے سے مگر بکاولی کے
بھاگا سایہ سے اس پری کے

جب کاکل شب سے روئے خورشید
تاباں ہوا بہر چشم اُمید

دیکھا تو وہ ماہ نو کا تھا برج
رکھتا تھا دُرِ یگانہ وہ دُرج

بیتابی نے کچھ قرار پایا
مجبوری میں اختیار پایا

مہتابی پہ چاندنی جب آئی
سایہ نے پری پہ کی چڑھائی

اس فتنے کی خوابگہ تک آیا
مانند سُہا وہ مہ تک آیا

تجویز رہا تھا گھات گوں کی
ناگاہ وہ مست خواب چونکی

Marfat.com

آغوش کی موج سے وہ مضطر ۔۔۔ مچھلی سی نکل گئی تڑپ کر
پیچھا کئے صحن تک وہ آیا ۔۔۔ مہتاب کے پیچھے جیسے سایا
ملتی اُسے خاک وہ ہوائی ۔۔۔ انساں کو پری نہ ہاتھ آئی
ہوتے ہی سحر وہ روح افزا ۔۔۔ رخصت ہوئی گھر کو رکھ کے پردا
معشوق سے رہ گیا جو ناکام ۔۔۔ تھا غم سے کنارِ گورِ بہرام
تنہا وہ سمن پری تھی اک روز ۔۔۔ قدموں پہ گرا کہا بصد سوز
دل سے ہوں فدائے روح افزا ۔۔۔ مرتا ہوں برائے روح افزا
بولی وہ ارے بشر سڑی ہے ۔۔۔ روح افزا کیا بکاولی ہے
شہزادے کے ڈھنگ پہ تو چل ۔۔۔ ہمتائے فلک نہ ہوگا بادل
بولا وہ کہ مجھ سے اُس سے ہے راہ[1] ۔۔۔ شبنم کی ہے آفتاب کو چاہ
واقف تھی پری کے دیس سے وہ ۔۔۔ لے پہونچی زنانے بھیس سے وہ
فردوس میں مالن ایک تھی حور ۔۔۔ گل چہرہ پری بنفشہ مشہور
پوشیدہ گھر اُسکے لائی اسکو ۔۔۔ منہ بولی بہن بتائی اسکو
فردوس کی سیر کے بہانے ۔۔۔ چھوڑا منزل پہ رہنمانے
روح افزا کے لئے بنفشہ ۔۔۔ گلدستہ بناتی تھی ہمیشہ
حاجت کو ذرا گئی جو باہر ۔۔۔ بہرام نے پشت آئینہ پر
تحریر کیا کہ بے مروت ۔۔۔ آئینہ ہے تجھ پہ میری صورت
افسوس مجھے تو آرزو ہو ۔۔۔ اور آئینہ تیرے روبرو ہو

[1] راہ ہونا۔ تعلقات ہونا۔ مراسم ہونا ۱۲ آسی۔

Marfat.com

لیکن تو زبسکہ خود نما ہے
خود بینی سے جو کرے بجا ہے

یہ کہہ کے ہٹا تو مالن آئی
گلدستہ پری کے پاس لائی

روح افزا کا سنگار کرکے
محو اسکی ہوئی جو پیار کرکے

اُلٹا اُسے آئینہ دکھایا
خط سمجھی وہ کاکلوں کا سایا

مضموں جو پڑھا پری تھی دانا
نقش عمل نگار خانہ

مشاطہ کو دیکھ کر اکیلی
بولی کہ بتاؤ یہ پہیلی

ہاتھ آکر جو بنائے وہ کون
ہو کر جو نظر نہ آئے وہ کون

سوچی تو نہ بوجھی وہ کہا کل
کہدونگی یہ کہہ کے آئی بیکل

بہرام اس سوچ کو سمجھکر
بولا کیا ہے کہا اُلجھکر

وہ جانتا تھا نہ اُس کو سوجھی
بولا لو بات کیا ہے بوجھی

ہاتھ آکے بنائے جو وہ مجذوب
ہو کر نہ دکھائی دے وہ محبوب

وہ سُن کے جو دوسرے دن آئی
تقریر سُنی ہوئی سُنائی

سمجھی وہ کہ پوچھ آئی ہے یہ
پوچھا کس نے بتائی ہے یہ

بولی وہ کہ ہاں مجھے نہ سوجھی
منہ بولی بہن نے میری بوجھی

روح افزا نے کہا کہ ناداں
ہمراہ اُسے کیوں نہ لائی تو یاں

بولی وہ ابھی چلی میں لائی
جاکر طلبی اُسے سُنائی

اس مژدہ کا منتظر ہی تھا وہ
ساتھ اُسکے زنانہ[۵۱] میں گیا وہ

امرد[۵۲] کا لباس تھا زنانا
دھوکا یہ کھا گئی وہ دانا

۵۱ زنانہ۔ زنانہ مکان سے مراد ہے ۱۲ ۵۲ امرد۔ بے داڑھی مونچھ کا نوجوان لڑکا ۱۲ آسی

Marfat.com

پوچھا کہ یہ نام کیا کہا تنگ — پوچھا کہ نشاں کہا دل تنگ
یہ سن کے اشارے سے بتایا — بادام بنفشہ کو دکھایا
وہ سمجھی کہا یہ پردہ پوشی — گندم کے بہانے جو فروشی
بہرام ہے تو ارے وہی چور — رہ تجھ کو بتاؤں سحر سے گور
بد بین سمجھ کے گور کا نام — پنجرہ اک لائی وہ گل اندام
طوق اس کو طلسم کا پنھایا — قمری اسے سرو[۵۱] نے بنایا
دن بھر تو وہ فاختہ پڑھاتی — شب کو اسے آدمی بناتی
غماز[۵۲] تھی اک خواص اسکی — دمساز تھی وقت خاص اسکی
اکدن پنجرا اڑا کے لائی — حسن[۵۳] آرا کو وہ کل سجھائی
کھولا جو وہ بند سحر بنیاد — دیکھا تو مجسم آدمی زاد
گستاخ جو اس بشر کو پایا — غصہ غضب اس پری کو آیا
لوگوں سے کہا ہٹا دو اسکو — آتشکدہ میں جلا دو اسکو
لوگ اس کو لے چلے جلانے — تقدیر کے سنئے کارخانے
شہزادہ بکاولی کے ہمراہ — گذرا اسی راستے سے ناگاہ
دیکھا تو وزیر زادہ بہرام — بوتہ[۵۴] میں تھا شکل نقرۂ خام
جلنے سے پناہ دے کے اسکو — فردوس میں آئے لے کے اسکو
زندہ اسے پا کے حسن آرا — بولی یہ کہ چور ہے ہمارا

۵۱ سرو سے مراد یہاں روح افزا ہے ۱۲ ۵۲ غماز چغل خور ۱۲ ۵۳ روح افزا کی ماں
۵۴ بوتہ۔ کٹھالی گھریا ۱۲ آتی۔

Marfat.com

قابل یہ جلانے کے ہے فاسق
روح افزا کا بنا ہے عاشق

بولی وہ بکاولی کہ قرباں
یہ کونسی فہم ہے بچی جاں

پیاری کا جو اپنے ہو پیارا
کیونکر ستم اُس پہ ہو گوارا

حسن آرا نے کہا بجا ہے
تم کیوں نہ کہو کہ خود کیا ہے

بولی وہ کہ پھر عبث ہے انکار
جب عیب نہ تھا تو اب ہے کیا عار

کیا کہتی وہ دم بخود سُنا کی
سوچی سمجھی رضا خدا کی

مرسوم تھے جس طرح کے انداز
شادی کا خوشی خوشی کیا ساز

دو ساز طرب ملے خوش آہنگ
در راز ادب کھلے بصد ننگ

شادی جو ہوئی تو غم ہوا دور
فردوس سے گھر کو آئی وہ حور

گلزار جو اہریں میں آ کر
آباد ہوئی وہ یاسمن بر

حاصل ہوئی ان گلوں کو یکجا
سیرِ شبِ زلف و صبحِ رخسار

جس طرح انھیں بہم ملایا
بچھڑے ہوے سب ملیں خدایا

۵۱ یعنی تم تو یہی کرتی رہی ہو۔ تم نے آدمی زاد سے عشق کیا ہے ۱۲ ۵۲ یعنی آپ نے خود میری شادی کی سفارش کی تھی ۱۲ ۵۳ فردوس کی رعایت سے حور لایا گیا ۱۲

تمت

بفضل عمیم خداے کریم مثنوی بے مثل و نظیر رشک باغ نعیم یعنی گلزار نسیم تصنیف لطیف پنڈت دیا شنکر نسیم لکھنوی جو اپنی روش خاص میں انتخاب اور لیے حضرات اولی الالباب ہے مع حواشی حسب الحکم ایجاب لے بہادر منشی رام کمار و منشی تیج کمار صاحبان مالکان مطبع ہذا چھپی بار چہارم بازیب و زینت ہزاراں ہزار مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر باندازو اداے دلفریب و دلکش خوش کنندۂ مشتاقان مثنوی الحق یہ وہ مثنوی لاجواب ہے جس کا مداح ہر شیخ و شاب ہے

Marfat.com